www.kitabmart.in

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	(۶) وہب بن عبداللہ کلبی کی شہادت	۲۴۹
	(۷) عمر بن خالد ازدی	۲۵۲
	(۸) خالد بن عمر	۲۵۲
	(۹) سعد بن حنظلہ	۲۵۲
	(۱۰) عمیر بن عبداللہ	۲۵۳
	(۱۱) مسلم بن عوسجہ کی شہادت	۲۵۳
	(۱۲) پسر مسلمؓ بن عوسجہ کی شہادت	۲۵۴
	(۱۳) نافع ابن ہلال کی شہادت	۲۵۵
	(۱۴) ہلال بن نافع بجلی کی شہادت	۲۵۴
۴۲	لشکر شقی کا یکبارگی حملہ	۲۵۶
۴۳	بقیہ ناصران حسینؑ کی شہادت	۲۵۸
۴۴	(۱) حبیب بن مظاہر کی شہادت	۲۵۸
۴۴	کربلا میں نماز ظہر اور امام مظلوم کا خطبہ	۲۶۱
	(۲) حضرت زہیر بن القین کی شہادت	۲۶۳
	(۳) ابو ثمامہ صیداوی	۲۶۳
	(۴) حجر بن مسروق	۲۶۳

www.kitabmart.in

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۱	پانی کی بندش	۱۹۸
۳۲	خیموں میں پانی کا قحط اور حضرت عباسؑ کی سقائی	۱۹۹
۳۳	امام حسینؑ اور عمر سعد کی گفتگو۔	۲۰۱
۳۴	امام حسینؑ کا خطبہ اور اصحاب کی محبت وہمدردی	۲۰۵
۳۵	شب نہم کے حالات	۲۰۹
۳۶	نویں محرم کے حالات	۲۱۶
۳۷	شب عاشور کے حالات	۲۲۳
۳۸	صبح عاشور	۲۲۹
۳۹	جنگ کا آغاز	۲۳۱
۴۰	لشکر شام کا حملہ اور حرؓ کا خدمت میں آنا	۲۴۰
۴۱	امام حسینؑ پر عمر سعد کا پہلا حملہ اور ناصران حسینؑ کی شہادت	۲۴۴
	(۱) عبداللہ بن عمیر کی شہادت	۲۴۴
	(۲) پسر حضرت حُر کی شہادت	۲۴۵
	(۳) برادر حُر مصعب بن یزید کی شہادت	۴۵
	(۴) حضرت حُر کی شہادت	
	(۵) حضرت بریر ہمدانی کی شہادت	

www.kitabmart.in

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
(۵)	مبارک غلام حجاج کی شہادت	۲۶۴
(۶)	یحییٰ بن کثیر کی شہادت	۲۶۴
(۷)	یحییٰ بن سلیم مازنی کی شہادت	۲۶۴
(۸)	حنظلہ بن سعد کی شہادت	۲۶۴
(۹)	عبدالرحمن بن عبداللہ کی شہادت	[illegible]
(۱۰)	عمرو بن قرظہ انصاری کی شہادت	۲۶۴
(۱۱)	جون غلام ابوذر کی شہادت	۲۶۵
(۱۲)	عمرو بن خالد صیداوی کی شہادت	۲۶۶
(۱۳)	سوید بن عمر ابن ابی مطاع کی شہادت	۲۶۶
(۱۴)	قرہ بن قرۂ انصاری کی شہادت	۲۶۷
(۱۵)	مالک بن انس مالکی کی شہادت	۲۶۷
(۱۶)	عمرو بن مطاع کی شہادت	۲۶۷
(۱۷)	جنادہ بن حارث کی شہادت	۲۶۷
(۱۸)	عمرو بن جنادہ کی شہادت	۲۶۸
(۱۹)	عبداللہ و عبدالرحمن کی شہادت	۲۶۸
(۲۰)	غلام امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت	۲۶۸

www.kitabmart.in

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	(۲۱) یزید بن زیاد بن شعشان کی شہادت	۲۶۹
	(۲۲) جوانمرد حنظلی کی شہادت	۲۶۹
	(۲۳) یزید بن مہاجر کی شہادت	۲۷۰
	(۲۴) شوذب و عابس بن شبیب شاکری کی شہادت	۲۷۰
	(۲۵ و ۲۶) سیف ابن ابی الحارث و مالک بن عبداللہ کی شہادت	۲۷۰
۴۵	شہدائے بنی ہاشم و بنی فاطمہ	۲۷۲
	(۱) حضرت عبداللہ بن مسلم کی شہادت	۲۷۳
	(۲) محمد بن مسلم کی شہادت	۲۷۴
	(۳) حضرت جعفر بن عقیل کی شہادت	۲۷۴
	(۴) حضرت عبدالرحمن بن عقیل کی شہادت	۲۷۴
	(۵) حضرت عبداللہ بن عقیل کی شہادت	۲۷۵
	(۶) حضرت موسیٰ بن عقیل کی شہادت	۲۷۵
	اولاد جعفر بن ابیطالب کی شہادت	۲۷۵
	(۱ و ۲) محمد بن عبداللہ ابن جعفر طیار اور عون بن عبداللہ ابن جعفر طیار کی شہادت	۲۷۵
	اولاد امام حسن علیہ السلام کی شہادت	۲۷۷

www.kitabmart.in

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	(۱) حضرت قاسمؑ کی شہادت	۲۶۸
	(۲) حضرت عبد اللہ الاکبر بن حسنؑ کی شہادت	۲۶۹
	(۳) حضرت احمد بن حسنؑ کی شہادت	۲۶۹
	اولادِ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت	۲۸۰
	(۱) حضرت عبد اللہ بن علیؑ کی شہادت	۲۸۰
	(۲) حضرت جعفر ابن علیؑ کی شہادت	۲۸۰
	(۳) حضرت عثمان بن علیؑ کی شہادت	۲۸۰
	(۴) حضرت محمد بن علی علیہ السلام کی شہادت	۲۸۰
	(۵) حضرت عون بن علیؑ کی شہادت	۲۸۰
	(۶) حضرت عباسؑ علمدار کی شہادت	۲۸۲
	(۷) حضرت علی اکبرؑ کی شہادت	۲۹۰
۴۶	حضرت امام حسینؑ کی تنہائی و بیکسی	۲۹۶
۴۷	اہلبیت سے امام علیہ السلام کی رخصت	۲۹۸
	(۸) حضرت علی اصغرؑ کی شہادت	۳۰۰
۴۸	امام علیہ السلام کا فوج شام سے تکلم	۳۰۲
۴۹	امام حسین علیہ السلام کا فوج شام سے مقابلہ	۳۰۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۱۰	۹) عبداللہ بن حسن کی شہادت	
۳۱۱	۱۰) امام مظلوم کی شہادت	
۳۱۳	لاش امام کے ساتھ بے ادبی	۵۰
۳۱۴	خیام اہلبیت کی لوٹ اور آتش زدگی	۵۱
۳۱۶	امام حسین کے گھوڑے کا حال	۵۲
۳۱۸	**باب دوم ۔ اخلاق وعادات**	
۳۱۸	لطف وکرم	۱
۳۲۵	حاضر جوابی و سرعت ذہن	۲
۳۲۶	حضرت کی عبادت	۳
۳۲۸	خوف خدا	۴
۳۲۹	حق کی حمایت	۵
۳۳۳	امام علیہ السلام کی شجاعت	۶
۳۳۵	امام علیہ السلام کا صبر	۷
۳۳۵	امام علیہ السلام کا زہد	۸
۳۴۰	امام علیہ السلام کا حلم	۹

www.kitabmart.in

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱	امام علیہ السلام کی ہدایت کا خاص طریقہ	۳۴۲
۱۲	امام علیہ السلام کی ازواج و اولاد	۳۴۳
۱۳	امام علیہ السلام کے اقوالِ زرّیں	۳۴۳

www.kitabmart.in

دیباچہ

ہماری یہ کتاب چہاردہ معصومین علیہم السلام کے سلسلۂ حالات کی پانچویں کڑی ہے جو خصوصیت سے شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے لکھی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں اس کا پورا لحاظ ہے کہ عملی زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی پڑے تاکہ ہماری نئی پود میں عملی جوش پیدا ہو اور وہ جانیں کہ ان کے مذہبی پیشوا اور دینی رہنما روحانی کمالات کے کن اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ انگریزی تعلیم اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو مذہبیات سے قطعاً بے خبر بنا دیا ہے۔ اس کی سخت ضرورت تھی کہ حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالات زندگی مختصر رسالوں کی صورت سے ترتیب دیے جائیں کہ ہمارے لڑکے، لڑکیاں اور کم استعداد والے لوگ بھی آسانی سے پڑھ کر مطلب ذہن نشین کر سکیں اور ان کی مذہبی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکے۔

ہم نے اس سلسلہ میں معتبر اور موثق روایات کو درج کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے اور محض تاریخی واقعات کے بیان پر اکتفا کی ہے۔ زبان کو حتی المقدور سلیس اور زمانۂ حال کے مطابق بنایا ہے۔ امید ہے کہ ہماری یہ ناچیز خدمت مقبول خاص و عام ہوگی۔

ناچیز مؤلف

سید ظفر حسن امروہوی

www.kitabmart.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

حالات و واقعات

۱۔ امام حسین علیہ السّلام کی ولادت

ہمارے تیسرے امام حضرت حسین علیہ السلام کے والد ماجد کا نام حضرت علی علیہ السلام اور والدۂ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ زہرؑا تھا۔ آپ حضرت رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے نواسے اور ہمارے دوسرے امام حضرت حسن علیہ السلام کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کی ولادت روز پنجشنبہ [۱] ۳ ماہ شعبان سنہ ۴ھ [۲] کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی مدت حمل چھ ماہ تھی سوائے حضرت امام حسینؑ اور حضرت یحییٰ بن زکریا کے اور کوئی بچہ چھ ماہ کا پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا۔

---

۱ بحار الانوار۔ جلاء العیون۔ زاد المعاد۔ تاریخ الخمیس ج ۲ ۲ منتہی الآمال۔

آپ کی ولادت کے متعلق حضرت اُمّ الفضل زوجۂ عباس کا جو خواب فریقین کی کتابوں میں درج ہے جس کو ہم حضرت امام حسن علیہ السلام کے حالات میں لکھ چکے ہیں۔

www.kitabmart.in

مشکوٰۃ میں اُمّ الفضل بنت الحارث زوجۂ حضرت عباس بن عبد المطلب سے منقول ہے کہ میں نے ایک دن حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کی کہ کل شب کو میں نے ایک ایسا ہولناک خواب دیکھا ہے کہ اس کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آئی۔ حضرت نے پوچھا وہ خواب کیا ہے۔ میں نے کہا۔ یہ دیکھا کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا جدا ہو کر میری گود میں آگرا ہے۔ فرمایا تمھارا یہ خواب نیک ہے۔ میری بیٹی فاطمہ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جسے تم اپنی گود میں پرورش کرو گی۔ چنانچہ جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو میں نے ان کو دودھ پلایا۔

منقول ہے کہ جب حضرت رسولؐ خدا کو اپنے اس چھوٹے نواسے کے پیدا ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ جناب سیّدہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا۔ میرے فرزند کو میرے پاس لے آؤ۔ جناب صفیہ خواہر حضرت حمزہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ ابھی تو بچہ کو پاک بھی نہیں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم اُسے کیا پاک کرو گی جسے خدا نے پاک و پاکیزہ بنا کر بھیجا ہے (عیون المعجزات علامہ ابن بابویہ

www.kitabmart.in

علامہ مجلسیؒ جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے تو حضرت رسولؐ خدا تشریف لائے اور فرمایا میرے پارۂ جگر کو میرے پاس لاؤ۔ ایک بی بی سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ کی خدمت میں لے آئیں آپ نے گود میں لے کر داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی پھر اپنی زبان منھ میں دے کر چسانے رہے۔

سات روز بعد آپ نے عقیقہ اور ختنہ کی رسم ادا کی۔ ایک سیاہ اور ایک سفید بکری ذبح کر کے ایک ران دائی کو دی۔ سر کے بال منڈوا کر اُن کی برابر چاندی تصدق فرمائی اور ایک قسم کی خوشبو سر پر مل دی۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب حسنؑ پیدا ہوئے تو میں نے اُن کا نام اپنے چچا حمزہ کے نام پر حمزہ رکھا اور جب حسینؑ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام ان کے چچا جعفر کے نام پر جعفر رکھا۔ لیکن جب حضرت رسولؐ خدا نے یہ سنا تو مجھ سے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ ان دونوں بیٹوں کے نام بدل دوں۔ پس حضرت نے ان کا نام حسنؑ اور حسینؑ رکھا۔

جناب امیر علیہ السلام سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت

ل طبقات ابن سعد۔ اسد الغابہ

امام حسنؑ پیدا ہوئے تو آپ نے ان کا نام حرب رکھا لیکن حضرت رسولؐ خدا نے اس کو پسند نہ فرمایا اور بجائے اس کے حسنؑ رکھا۔ اور جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت علیؑ نے پھر وہی حرب نام رکھا لیکن حضرت رسولؐ خدا نے اس نواسے کے لیے بھی یہ نام پسند نہ کیا اور اس کی جگہ حسینؑ رکھا اور فرمایا میں نے بحکم خدا ان دونوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھے ہیں وہ شبر و شبیر تھے زبان عربی میں ان کا ترجمہ حسنؑ و حسینؑ ہوتا ہے۔ (مناقب احمد بن حنبل معجم طبرانی۔ مستدرک حاکم۔ سنن بیہقی)

یہ خصوصیت بھی یاد رکھنے کی قابل ہے کہ اسلام سے قبل جس طرح تمام عرب میں محمدؐ کسی کا نام نہیں ہوا۔ اسی طرح علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ بھی کسی کا نام نہیں تھا اگر یہ مبارک نام خدا نے محفوظ و مخصوص نہ کیے ہوتے تو کسی نہ کسی انسان کے ذہن میں تو آ ہی جاتے اور وہ اپنے قوم و قبیلہ میں سے کسی کو ان ناموں سے موسوم کر ہی لیتا مگر ایسا ہوا ہی نہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے سوائے جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کے اور کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ آپ کی نشو و نما یا تو اپنی

ؔ طبقات ابن سعد۔ اسد الغابہ

ماں کے دودھ سے پوری یا حضرت رسول خدا کی انگشت مبارک کو چوس کر

کہ حضرت رسول خدا اپنی زبان مبارک بھی دہن امام حسین علیہ السلام

میں دیدیتے تھے اور وہ اس کو چوسا کرتے تھے۔ ابوہریرہ سے مروی ہے

کہ میں نے حضرت رسول خدا کو دیکھا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے

لعاب دہن کو اس طرح چوستے تھے جیسے کوئی آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

۲۔ امام حسینؑ کی پرورش

چونکہ جناب اُمّ سلمہؓ حضرت امام حسین علیہ السلام سے حد درجہ محبت

رکھتی تھیں۔ اس لیے حضرت رسول خدا نے اپنے اس پیارے نواسے

کی پرورش انہی سے متعلق کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ شہادت حضرت

امام حسینؑ کے متعلق جتنی حدیثیں حضرت رسول خدا سے منقول ہیں

وہ جناب ام سلمہؓ کی روایات پائی جاتی ہیں۔ چونکہ خداوند عالم نے

آنحضرتؐ کو واقعۂ شہادت سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اس لیے اکثر

آپ اس کا ذکر ام سلمہؓ سے کیا کرتے تھے۔

حضرت ام سلمہؓ نے اس بچہ کو بڑی شفقت کے ساتھ پالا پوسا۔

اپنے سینہ پر رکھتی تھیں۔ جناب سیدہؑ ضرورت کے وقت کچھ دیر کو

اسے لے جاتی تھیں۔ باقی ہر وقت انہیں کے پاس رہتے تھے۔

حضرت ام سلمہؓ امام حسین علیہ السلام کو سُلانے کے لیے اکثر یہ لوری

دیا کرتی تھیں ؂

www.kitabmart.in

بِأَبِیْ اِبْنُ عَلِیْ اَنْتَ بِالْخَیْرِ مَلِیْ

اے علی کے بیٹے میرا باپ تجھ پر فدا ہو تو نیکی سے بھرا ہوا ہے۔

اور جناب سیّدہ کی لوری یہ تھی۔

اَشْبَہَ شَبِیْہٍ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبِیْہًا بِعَلِیْ

تو میرے باپ سے مشابہ ہے علیؓ سے مشابہ نہیں۔

حضرت رسولؐ خدا اپنے اس پیارے نواسے کے ساتھ اس طرح

دل بہلایا کرتے اور پیار کیا کرتے تھے کہ دونوں ہاتھ تھام کر اپنے پیروں

پر کھڑا کر لیتے تھے اور فرماتے تھے:" اے میری آنکھوں کی روشنی آگے

بڑھ۔ میرے چھوٹے سے بچے آگے بڑھ:" پس امام حسینؑ آگے بڑھتے تھے

اور آپ ان کو چھاتی سے لگا لیتے تھے۔ کبھی آنکھوں پر بوسہ دیتے

تھے کبھی دہن پر اور یہ فرماتے جاتے تھے۔ خداوندا میں اس کو

دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔ (تاریخ التواریخ)

۳۔ امام حسینؑ سے حضرت رسولِ خداؐ کی محبت

حضرت رسولؐ خدا کو اپنے دونوں نواسوں سے اس درجہ محبت تھی

www.kitabmart.in

کہ حضرت کے زمانہ کی کوئی صحبت اور کوئی مجلس ان کے ذکر سے خالی نہ ہوتی تھی یہاں تک کہ عبادت کے مخصوص اوقات میں بھی اُن کی یاد رہتی تھی خطبہ کے وقت جہاں احکام خدا کے متعلق لوگوں کو ہدایت فرماتے تھے ان کی محبت کی تاکید بھی ضرور ہوتی تھی۔ اور بتایا جاتا تھا کہ ان کی محبت عبادت خدا میں داخل اور خدا کی خوشنودی اور نجات کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ آپ اکثر ان فضائل ومناقب کا ذکر فرمایا کرتے تھے جو خداوند عالم نے ان کے نواسوں کو عطا فرمائے تھے۔ ہم ذیل میں چند واقعات ایسے لکھتے ہیں جن سے حضرت رسول خدا کی غیر معمولی محبت کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب حضرت رسولؐ خدا نماز پڑھا کرتے تھے تو اکثر حسنین علیہما السلام آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو کر کودنے لگتے تھے۔ ایک بار لوگوں نے ان کو ہٹا دیا۔ حضرت نے فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ میرے ماں باپ ان پر فدا ہو جائیں۔ جو کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ ان سے بھی پیار کرے۔

(۲) بریدہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت کے ساتھ [illegible]

ل یہ روایت امام ابوحاتم۔ امام نسائی۔ حافظ ذہبی۔ طبری، دیلمی اور ابن ابی الدنیا نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔

www.kitabmart.in

ٹھیک تھے جب حضرتؐ نے سجدہ کیا تو حسینؑ آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے جب حضرتؐ نے سر اٹھایا تو دونوں صاحبزادوں کو آہستہ سے بکڑ نیچے بٹھا دیا جب آپ پھر سجدہ میں گئے تو دونوں پھر پشت اقدس پر سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضورؐ نے نماز کو ادا کیا اور ان دونوں کو اپنے زانو پر بٹھا لیا (مناقب احمد بن حنبل)

انس بن مالک کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک شخص کے واسطے چادر کہا تھا۔ وہ حضور میں سلام کے لیے حاضر ہوا۔ آپ اس وقت نماز میں تھے۔ اس نے دیکھا کہ حسینؑ کبھی آپ کی گردن پر کبھی آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے ہیں اور کبھی آگے پیچھے سے ہو کر گزر جاتے ہیں۔ جب حضورؐ نے نماز تمام کی تو اس شخص نے کہا کہ ان صاحبزادوں نے آپ کی نماز کو کیسا خراب کیا ہے حضرتؐ نے غضبناک ہو کر اس سے فرمایا۔ اپنا چادر مجھے دے۔ اس نے پیش کیا۔ آپ نے اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا۔ نہ وہ ہمارا نہ ہم اس کے۔ (سنن نسائی)

عبداللہ بن شداد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول خدا نماز عشاء کے لیے تشریف لائے اور آپ کے کندھے پر امام حسین علیہ السلام سوار تھے۔ مسجد میں آکر آپ نے ان کو

اٹھا دیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب سجدہ میں گئے تو آپ نے
ذکر سجدہ کو اتنا طول دیا کہ میں نے اس غیر معمولی طوالت کا سبب
دریافت کرنے کے لیے اپنا سر سجدہ سے اٹھایا۔ دیکھا کہ صاحبزادے
پشت پر سوار ہیں۔ میں نے اپنا سر سجدہ میں جھکا لیا۔ جب نماز ختم
ہوئی تو لوگوں نے عرض کی۔ حضور نے سجدہ کو اتنا طول دیا کہ ہم کو
کسی امر کے حادث ہونے یا وحی نازل ہونے کا گمان ہوا۔ آپ نے
فرمایا کوئی خاص بات نہ تھی۔ میرا فرزند پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا۔
میں نے یہ پسند نہ کیا کہ جبراً اس کو پشت سے اتار دوں۔

(جمع الفوائد نسائی)

جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت رسول خدا نماز
پڑھ رہے تھے کہ سجدہ کی حالت میں حسنینؑ ان کی پشت پر سوار ہو گئے
میں نے کہا۔ تمہاری سواری کا اونٹ سب سے بہتر ہے۔ حضرت نے
نانا نے ان کا راستہ چھوڑ کر فرمایا۔ یہ سوار بھی تو سب سے بہتر ہیں۔

(جامع الصغیر سیوطی)

بریدہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول خدا خطبہ پڑھ رہے
تھے کہ حسنین علیہما السلام سرخ قمیص پہنے ہوئے گرتے پڑتے آ گئے
اتنے۔ حضرت ان کو دیکھ کر منبر سے نیچے اترے اور دونوں کو گود میں

www.kitabmart.in

اٹھا لائے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ میں نے ان لڑکوں کو چلتے اور گرتے پڑتے دیکھا تو بے چین ہو گیا اور اپنی بات کو ناتمام چھوڑ کر ان کی طرف بڑھا (مستدرک امام حاکم۔ صحیح ترمذی۔ سنن ابن ماجہ)

ایک بار حضرت رسول خداؐ کہیں تشریف لیے جا رہے تھے۔ راستے میں امام حسینؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ ان کی طرف بڑھے۔ وہ ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ حضرت یہ حالت دیکھ کر ہنستے تھے اور ان کے پیچھے پیچھے جاتے تھے۔ آخر پکڑ لیا اور اپنا ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا گردن پر رکھ کے حسینؓ کے منہ کے بوسے لینے لگے اور فرماتے تھے حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ خداوندا تو اُس کو دوست رکھ جو حسینؓ کو دوست رکھے۔ حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

(مستدرک امام حاکم)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز آنحضرتؐ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ امام حسینؓ آئے اور آپ کی آغوش میں بیٹھ کر اپنی انگلیاں ریش مبارک میں ڈالنے لگے۔ حضرت نے پیار سے اپنا منہ ان کے منہ پر رکھ دیا! اور فرمایا۔ خداوندا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ اور

www.kitabmart.in

حضرت سلمان فارسی سے منقول ہے کہ ایک دن میں حضرت رسول خدا کے پاس بیٹھا تھا کہ حسینؑ وہاں آگئے۔ حضرتؐ نے ان کو گود میں بٹھا کر ان کے دہن اور رخسار پر بوسہ دے کر فرمایا یہ سید کا بیٹا ہے۔ سید کا بھائی ہے۔ تو امام ہے امام کا بیٹا ہے۔ امام کا بھائی ہے تو حجت خدا ہے۔ حجت خدا کا بیٹا ہے۔ حجت خدا کا بھائی ہے اور خدا کی نو حجتوں کا باپ ہے جن کا نواں قائم آل محمدؐ ہے (المودۃ القربیٰ)

اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ ایک رات میں نے کسی ضرورت سے حضرت رسول خدا کے دروازہ پر دستک دی۔ آپ اس طرح تشریف لائے کہ کوئی شے چادر میں لپیٹے ہوئے تھے۔ جب میں اپنا مطلب عرض کر چکا تو دریافت کیا۔ آپ یہ کیا لیے ہوئے ہیں۔ حضرتؐ نے یہ سن کر چادر کو کھولا۔ معلوم ہوا کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں گود میں ہیں۔ آپ نے فرمایا: دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ پروردگارا! میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ اور جو ان کو دوست رکھیں ان کو بھی دوست رکھ۔ (صحیح ترمذی)

انس بن مالک سے مروی ہے کہ کسی نے حضرتؐ سے پوچھا آپ کو اپنے اہلبیت میں سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا حسنؑ و حسینؑ۔

سوگھتے تھے اور ان کو سینہ سے چمٹا کر پیار کرتے تھے (صحیح ترمذی)

ایک دن حضرت رسولؐ خدا جناب سیدہ کے دروازے کی طرف سے گذرے۔ امام حسینؑ کے رونے کی آواز سنی تو اندر تشریف لے گئے اور فرمایا "فاطمہؑ! کیا تم نہیں جانتیں کہ اس کے رونے سے میرا دل دکھتا ہے (نزول الابرار بدخشی)

حضرت رسولؐ خدا کو حسنینؑ کا زیادہ دیر بھی آنکھوں سے اوجھل ہونا گوارا نہ تھا چنانچہ حضرت سلمانؓ فارسی سے منقول ہے کہ ایک روز میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ انگوروں کے خوشے آپ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ مجھ سے فرمایا۔ حسنؑ و حسینؑ کو بلا لاؤ۔ میں نے ہر چند ادھر ادھر ڈھونڈا لیکن کہیں نہ ملے۔ حضرتؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا تو آپ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا جو کوئی میرے بچوں کا پتہ بتلائے گا خدا اس کو بہشت میں جگہ دے گا (نور المشارق)

ایک دن حضرتؐ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ آپ کے کان میں کسی بچے کے رونے کی آواز آئی جو امام حسینؑ کی آواز سے بہت زیادہ مشابہ تھی۔ حضرتؐ اس کے سنتے ہی بے چین ہو گئے۔ وعظ کو روک دیا۔ صحابہ کو حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا اور یہ تاکید کر دی کہ جلد آ کر

واپس آکر عرض کیا۔ یہ صاحبزادے کی آواز نہیں ہے بلکہ مسجد کے قریب جو مدرسہ ہے اس کے معلم نے ایک لڑکے کو سبق یاد نہ کرنے پر مارا ہے وہی رو رہا ہے۔ حضرت نے اس معلم کو مع اس بچے کے بلایا اور فرمایا بھائی! تم اس لڑکے کو نہ مارا کرو۔ اس کی آواز میرے حسینؑ کی آواز سے مشابہ ہے (بحار الانوار)

www.kitabmart.in

ایک بار آنحضرتؐ نے عمران بن حصین سے فرمایا۔ ہر چیز کے واسطے انسان کے دل میں ایک جگہ ہوتی ہے۔ لیکن دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو حسینؑ کی جگہ میرے دل میں لے سکے۔ عمران نے عرض کی حضورؐ کے دل میں ان کی بڑی محبت ہے۔ فرمایا ہاں مجھے اللہ نے ان کی محبت کرنے کا حکم دیا ہے (دار قطنی)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسولؐ خدا کے سامنے حسنینؑ کشتی لڑ رہے تھے اور حضرت فرماتے جاتے تھے۔ شاباش حسنؑ شاباش حضرت سیدہؑ نے عرض کیا۔ بابا! آپ حسنؑ کو تو شاباش دیتے ہیں مگر حسینؑ کو نہیں۔ فرمایا جبرئیلؑ حسینؑ کو شاباش دے رہے ہیں۔

(ذخائر العقبیٰ محب طبری)

ایک بار حسینؑ نے حضرت رسولؐ خدا سے اونٹ بننے کی خواہش کی۔ اللہ اللہ کس قدر خاطر منظور تھی کہ آپ چار و ناچار اپنے ہاتھ

اور زانو میں ٹیک دیے اور دونوں بچوں کو پشت مبارک پر سوار کر لیا
اور فرش مسجد پر چلنے لگے معصوم بچے خوش ہو ہو کر حل حل اعرابی میں
اونٹوں کے ہانکنے کی آواز کہنے لگے۔ پھر نانا کی خدمت میں عرض
کیا اونٹوں کی مہار ہوتی ہے۔ ہمارے اونٹ کی مہار کہاں ہے؟
آپ نے فوراً اپنے دونوں گیسوان کے گچھے ان کے ہاتھوں میں دیدیے
بچوں نے کہا نانا جان! اونٹ تو بولا کرتے ہیں ہمارا اونٹ تو بولتا ہی
نہیں۔ حضورؐ نے ان کی دلجوئی کے لیے دو بار زبان مبارک سے
العفو العفو (اونٹ کی آواز) فرمایا۔ (ذبح عظیم)

www.kitabmart.in

۴۔ امام حسینؑ کا بچپن

دنیا کے تمام بچے جیسے گھر میں پرورش پاتے ہیں ویسے ہی اخلاق
وعادات اختیار کرتے ہیں۔ ماں، باپ، بھائی، بہن اور دوسرے
عزیزوں کے خصائل ان میں جگہ پکڑتے رہتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام
نے ایک ایسے گھرانے میں پرورش پائی تھی جہاں رات دن سوائے
ذکر الٰہی اور نیک اعمال کے کسی امر کا چرچا ہی نہ تھا۔ نانا تھا تو خدا کا
رسولؐ۔ باپ تھا تو مومنوں کا امیر۔ اسلام کا سچا ناصر و مددگار۔ ماں تھی
تو صدیقہ طاہرہ۔ زنان عالم کی سردار۔ ایسی آغوشوں میں پل کر

اور دینداری کی اس فضا میں پرورش پاکر امام حسین کیوں نہ وہ ہستی بنتے جس پر نوع انسان کو قیامت تک فخر رہے گا۔

نانا کی صحبت میں رہتے یا ماں باپ کی خدمت میں۔ ہر جگہ ان کو اس تعلیم کے حاصل کرنے کا موقع تھا جو انسان کے نفسانی کمالات کو اعلیٰ نقطہ تک پہنچا دیتی ہے۔ ان کا گھر ہدایت و رہنمائی کا بہترین مدرسہ تھا جس میں خدا کے برگزیدہ معلم شب و روز درس دینے میں مشغول رہتے تھے۔

www.kitabmart.in

عام بچوں کی طرح حسین علیہ السلام نے اپنا وقت فضولیات میں ضائع نہیں کیا۔ بلکہ کھیل بھی کھیلے تو ایسے جو آیندہ زندگی میں ان کی شخصیت کو واجب الاحترام بنانے میں پوری طرح معین ہو سکتے تھے۔

امام حسین علیہ السلام اس بے مثال بہادر انسان کے بیٹے تھے جس کی شجاعت کی تمام ملک عرب میں دھاک تھی۔ جس کی تلوار کی چمک نے دنیا کے بڑے بڑے سورماؤں کے پتے پانی کر دیے تھے جو میدان جنگ میں قدم جما کر ہٹنا جانتا ہی نہ تھا۔ حضرت علی نے اپنے بیٹوں کو بچپن ہی سے بہادری کے کرتب سکھانے شروع کر دیے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جوان ہو کر ان کے بیٹے بھی عرب کے بہترین سپاہی [illegible]

نیزہ و شمشیر کے وار کرتے جاتے اور میدان جنگ کے قواعد تعلیم کرتے تھے

ہم ذیل میں امام حسین علیہ السلام کے بچپن کے چند واقعات تحریر کرتے ہیں۔

www.kitabmart.in

ابورافع کہتے ہیں میں ایک دن حسینؑ کو جبکہ ان کا سن چھ سال کا تھا کھیل کھلا رہا تھا۔ جب میں اپنی گولی گڑھے میں ڈال دیتا تو قرارداد کے مطابق کہتا۔ میں جیت گیا اب مجھے اپنی پشت پر سوار کرو۔ وہ مسکرا کر کہتے۔ کیا تم ایسے شخص پر سوار ہونا پسند کرتے ہو جس کو رسولؐ نے اپنے شانوں اور پشت پر اٹھایا ہو۔ میں یہ سن کر مسکرا دیتا اور خاموش ہو جاتا لیکن جب حسینؑ جیت جاتے تو مجھ سے کہتے۔ کیوں ابورافع! کیا تم اپنی پشت پر ایسے شخص کو سوار نہ کرو گے جس کو حضرت رسولؐ خدا نے اپنی پشت پر سوار کیا ہو۔ یہ سن کر میں خوش ہوتا اور اپنی پشت پر سوار کر لیتا۔

(تاریخ الخوارزمی)

ایک روز حضرت رسولؐ خدا نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضرت امام حسینؑ بھی ان کے برابر پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ جب حضرتؐ نے تکبیر کہی تو امام حسینؑ نے بھی کہنی چاہی لیکن بچپن کی وجہ سے صاف نہ کہہ سکے۔ حضرت رسولؐ خدا نے سات مرتبہ تکبیر کہی ساتویں مرتبہ امام حسینؑ نے صاف طور سے تکبیر کہہ دی اس وقت سے نماز میں سات تکبیریں سنت ہو گئیں۔

ایک بار امام حسن اور امام حسین علیہما السلام نے اپنی اپنی تختیوں پر کچھ لکھا ہر ایک کو دعویٰ تھا کہ میرا خط اچھا ہے۔ دونوں صاحبزادوں نے اس بارے میں حضرت علی علیہ السلام سے فیصلہ چاہا انھوں نے جناب سیّدہ کی خدمت میں بھیجا۔ جناب سیّدہ نے فرمایا بچو! تم اپنے نانا کے پاس جاؤ۔ اس کا فیصلہ وہی کریں گے جب حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اس کا فیصلہ جبرئیل کے سوا دوسرا نہیں کر سکتا۔ جبرئیل نے عرض کی اس کا فیصلہ خدا کرے گا پس جبرئیل کو بحکم خدا ہوا کہ بہشت سے ایک سیب لے جاؤ اور دونوں تختیوں پر ڈال دو۔ جس کے خط پر وہ سیب پڑ جائے اسی کا خط اچھا ہے۔ وہ سیب ڈالا گیا اور حکم خدا سے اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں صاحبزادوں کے خط پر پڑا دونوں اس فیصلہ سے خوش ہو گئے

(از مجمع المجالس امام المتقی)

www.kitabmart.in

یہ روایت مختصر طور پر کئی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ بعض کتابوں میں اس کا فیصلہ یوں لکھا ہے کہ جناب سیّدہ نے ایک لڑی موتیوں کی توڑ کر ڈال دی اور فرمایا جو زیادہ موتی چنے گا اسی کا خط اچھا ہے جب دونوں صاحبزادے چن کر لائے اور شمار کیا تو موتی برابر برابر تھے۔

ایک دن حضرت رسول خدا مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک لڑکا

www.kitabmart.in

ہرن کا بچہ سا بچہ بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کیا حضرت امام حسنؑ
اس وقت مسجد میں موجود تھے آپ نے وہ بچہ انہی کو عنایت فرما دیا۔ وہ
خوش خوش اسے لیے ہوئے گھر آئے اور حضرت امام حسینؑ کو دکھا کر
کہنے لگے۔ آج نانا نے مجھے یہ بچہ عطا فرمایا ہے۔ امام حسینؑ بچے تو تھے ہی
ان کے دل میں بھی ہرن کے بچہ کا شوق پیدا ہوا۔ فوراً مسجد میں آئے
اور حضرت رسولؐ خدا سے اپنے لیے بچہ مانگنے لگے حضرت رسولؐ خدا
متفکر تھے کہ حسینؑ کو کیونکر خوش کریں ناگاہ دیکھا کہ ایک ہرنی اپنے
بچے کو لیے چلی آ رہی ہے۔ اس نے حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں
حاضر ہو کر عرض کی۔ حضورؐ یہ بچہ حاضر ہے۔ شوق سے شہزادے
کو دیدیجئے۔ میں اپنے بچہ کو لیے جنگل میں چر رہی تھی کہ ایک غیبی آواز نے
کہا اے ہرنی! جلد اپنے اس بچے کو خدمت رسولؐ میں پہنچا دے
ایسا نہ ہو کہ ان کا پیارا نواسہ رونے لگے۔ اگر تو نے دیر کی تو ایک چیتا
تیرے اوپر مسلط کر دیا جائے گا جو ابھی تجھے کھا پی کر چٹ کر جائے گا۔

الغرض حضرت رسولؐ خدا نے وہ بچہ امام حسینؑ کو عطا فرمایا اور آپ اسے
لیے ہوئے خوش خوش گھر کو آئے۔

ہم اس سلسلہ کے چوتھے نمبر یعنی حالات حضرت امام حسن علیہ السلام
میں ان واقعات کو لکھ چکے ہیں جو دونوں بھائیوں کے عہد طفلی سے

یکساں اہمیت رکھتے ہیں۔ شفاعیہ کا واقعہ۔ مباہلہ کا واقعہ۔ چادر تطہیر کا
واقعہ۔ سورۂ دہر کا نزول۔ دونوں بھائیوں کے گم ہو جانے کا واقعہ
لہٰذا اب ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

آیۂ مباہلہ نازل ہونے کے بعد سے حضرت رسول خدا نے اپنا یہ معمول کر لیا تھا کہ ہر روز صبح کی نماز سے قبل جناب سیدہ کے دروازے پر تشریف لا کر فرمایا کرتے تھے السلام علیکم یا اہل بیت النبوۃ۔ حضرت کی آواز سن کر جناب سیدہ اور حسنین علیہما السلام دروازے پر حاضر ہو جاتے اور حضرت کے جمال مبارک کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ حضرت اپنے پیارے نواسوں کو پیار کرتے ان کی خیریت پوچھتے اور پھر مسجد میں تشریف لے جاتے (صحیح ترمذی)

www.kitabmart.in

حضرت رسول خدا کا یہ بھی معمول تھا کہ جب آپ مدینہ سے کہیں باہر تشریف لے جاتے تو سب سے رخصت ہونے کے بعد جناب سیدہ کے یہاں تشریف لاتے اور اپنے نواسوں کو دیر تک پیار کرتے رہتے۔ اسی طرح جب سفر سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے جناب سیدہ کے گھر میں آتے اور جب اپنی مشتاق آنکھوں سے ان کو اور ان کے بچوں کو بخیریت دیکھ لیتے اور سینے سے لگا کر پیار کر لیتے تب کہیں اور جاتے۔

(مدارج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ)

۱۰۔ اہلبیت کے متعلق حضرت رسولِ خدا کی وصیتیں

حضرت رسولِ خدا نے اپنی وفات سے پہلے اپنے اہلبیت سے محبت و عقیدت رکھنے کے متعلق مسلمانوں کو بہت سے موقعوں پر جو وصیتیں فرمائیں ان میں سے چند موقعے ہم دکھاتے ہیں۔

www.kitabmart.in

زید ابن ارقم صحابی رسول سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد جب آنحضرت غدیر خم کے چشمہ پر پہنچے تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ہمارے درمیان ایک خطبہ پڑھا۔ پہلے خدا کی حمد و ثنا بیان کی وعظ و پند کرنے کے بعد فرمایا لوگو! وہ وقت قریب آگیا ہے کہ مجھے موت کا پیغام آئے اور میں اُسے قبول کروں۔ پس میں تم لوگوں میں دو بڑی چیزیں چھوڑنے والا ہوں اُن میں اول تو خدا کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس تم کتاب خدا کو لے لو اس سے تمسک اختیار کرو دوسرے میرے اہلبیت ہیں میں تمھیں اپنے اہلبیت کے لیے خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ (صحیح مسلم۔ ترمذی۔ مستدرک امام حاکم۔ مسند احمد بن حنبل)

جابر ابن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے عرفہ کے دن حضرت رسولِ خدا کو ناقہ غضبا پر سوار دیکھا اور یہ کہتے ہوئے سنا میں اپنے بعد تم میں دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں اگر تم ان دونوں سے

www.kitabmart.in

تعلق رکھو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہلبیت ہیں۔ (ترمذی)

زید بن ارقم سے منقول ہے کہ جب حضرت رسولؐ خدا آخری حج سے لوٹے اور مقام جحفہ میں قیام کیا تو آپ نے وہاں ایک خطبہ پڑھا اور اسی سلسلہ میں یہ بھی کہہ دیا کہ جب تم لوگ میرے پاس حوض کوثر پر آؤ گے تو میں تم سے دو گراں چیزوں کے متعلق سوال کروں گا۔ دیکھوں تم ان سے میرے بعد کیا کرتے ہو۔ لوگوں نے پوچھا وہ دو گرانقدر چیزیں ہیں کیا؟۔ فرمایا سب سے بڑی گرامی قدر خدا کی کتاب ہے جس کا ایک سرا تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں اگر تم اس سے تعلق رکھو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ دیکھو اس کو بدل نہ ڈالنا۔ اور دوسری گرامی چیز میری عترت ہے۔ خدا نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک حوض کوثر پر مجھ سے ملیں۔ بس تم میری عترت پر سبقت نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور ان کو مت سکھانا کہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں (معجم کبیر امام طبرانی)

ان روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے تم مسلمانوں کی ہدایت کے لئے دو چیزیں چھوڑی ...

اور دوسرے اہلبیتؑ اور یہ بھی ظاہر فرما دیا تھا کہ قیامت تک یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلنے والی ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ ان دونوں سے یکساں تعلق رکھتے اور قرآن کی طرح اہلبیت کی تعظیم و توقیر میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اہلبیت کے مرتبہ کا ذرا بھی لحاظ نہ رکھا۔ حضرت رسول خداؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی لوگوں کی نگاہیں ان کی طرف سے پھر گئیں اور ان پر وہ وہ مظالم کئے جو بدترین دشمنوں کے ساتھ بھی نہیں کیے جاتے پچھلے نمبروں میں ہم ان مظالم کو بیان کر آئے ہیں اور آئندہ ائمہ علیہم السلام کے واقعات میں بیان کریں گے۔

www.kitabmart.in

حج اور اعٔ سے لوٹنے کے بعد حضرت رسول خداؐ بہتر روز اور زندہ رہے اس قلیل عرصہ میں بھی آپ نے مسلمانوں کے لیے بار بار پھر وہی وصیتیں بیان فرمائیں جو پہلے کئی بار فرما چکے تھے۔ اس کے متعلق ہم ذیل میں سے چند شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

ایک روز مرض الموت کے زمانہ میں حضرت رسولخداؐ جناب امیرؑ اور فضل بن عباس کا ہاتھ پکڑے ہوئے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور منبر پر رونق افروز ہو کر خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمانے لگے۔ لوگو! تم اپنے رسولؐ کے مرنے کو کیوں برا جانتے ہو۔ کیا

www.kitabmart.in

قریب ہے کہ بات سے آگاہ نہیں پہنچے۔ کیا وہ لوگ مجھ سے پہلے رسولؐ بنا کر بھیجے گئے تھے یا جن کی طرف بھیجے گئے تھے ان میں سے کوئی مرا نہیں؟ بے شک میں تم لوگوں میں ایک بشر ہوں۔ میں اب عنقریب اپنے رب کے حضور میں جانے والا ہوں اس لیے میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم نے ان سے تعلق رکھا تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے ان میں سے ایک تو خدا کی کتاب ہے جس کو تم صبح و شام پڑھا کرتے ہو اور اسی میں وہ تمام باتیں ہیں جو تمہیں پیش آئیں گی اور جن کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ پس تم آپس میں نہ لڑنا، حسد و دشمنی کرنا اور اپنے بھائیوں سے خیانت کرنا جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ اس کے بعد میں تم لوگوں کو اپنی عترت اور اہلبیتؑ کی نسبت بھی وصیت کرتا ہوں (الاخبار الدیہ مصنفہ امام المحدثین سید ابو محمد یحییٰ بن الحسن)

حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ حضور رسولؐ خدا نے اپنے مرض میں جبکہ آپ کا حجرہ تمام صحابہ سے بھرا ہوا تھا ارشاد فرمایا۔ لوگو میں بہت جلد انتقال کرنے والا ہوں۔ میں تم کو وصیت کر چکا ہوں کہ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب خدا دوسرے اپنے اہلبیتؑ پھر علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ یہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے تاوقتیکہ حوض کو

نہ پہنچ لیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی اور وہاں میں ان دونوں سے

پرسوال کروں گا کہ تم نے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔

www.kitabmart.in

۶۔ اہلبیت اور آلِ محمدؐ کون ہیں

فرقۂ شیعہ کے تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اہلبیت اور آلِ محمدؐ

کے الفاظ جہاں کہیں حدیث میں آئے ہیں ان سے مراد حضرت علیؑ،

جناب سیدہؑ اور حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور بقیہ نو امام مراد ہیں

ان کے علاوہ کسی دوسرے کو مراد لینا قطعاً ناجائز ہے۔ اکثر علمائے سنت

کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مگر بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ آلِ محمدؐ

سے مراد بنی فاطمہ اور بنی عباس ہیں۔ بعض کہتے ہیں آلِ محمدؐ سے مراد

تمام مسلمان ہیں۔ ہم ان خیالات کی تردید میں چند ثبوت علمائے

اہلسنت کی کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔

آلِ نبی سے آنحضرت کے قریبی رشتہ دار مراد ہیں اور ان میں سے

بھی وہ جو بحیثیت علم آنحضرت سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ اور اس سبب

اہل دین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو علم الیقین اور عمل مستحکم کے ساتھ

مخصوص ہیں۔ یہ لوگ آلِ نبی بھی ہیں اور ان کی اُمت بھی۔ دوسرے

وہ لوگ جو بطور تقلیدی علم کے آنحضرت کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں

وہ امت کہلاتے ہیں۔ ان کے اوپر آل کا لفظ نہیں بولا جا سکتا۔
پس حضرت کی کل آل آپ کی امت ہے لیکن کل امت آپ کی آل
نہیں (کتاب مفردات الامام راغب اصفہانی)

www.kitabmart.in

ایک عرب سے پوچھا گیا کہ کسی آدمی کے کنبے والوں کو بھی اس کی
آل کہا جا سکتا ہے اس نے کہا نہیں۔ آل کا لفظ تو خصوصیت سے
کسی کے گھر والوں ہی پر بولا جاتا ہے (عمدۃ الطالب)

کعب ابن عجرہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت رسولؐ خدا سے
سے پوچھا کہ ہم لوگ آپ کے اہلبیت پر درود کیسے بھیجیں۔ فرمایا یوں کہا
کرو۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم
و آل ابراھیم و بارک علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابراھیم
و آل ابراھیم انک حمید مجید (اے خدا اپنی رحمت محمدؐ و آل محمدؐ
پر جس طرح تو نے رحمت نازل کی ہے ابراہیم اور آل ابراہیم پر اور برکت
دے محمدؐ و آل محمدؐ کو جس طرح تو نے برکت دی ہے ابراہیم و آل ابراہیم
اور تو حمید و مجید ہے) (صحیح بخاری) مطالب السئول میں محمد ابن طلحہ
شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے ایک لفظ کی دوسرے کے ساتھ
تفسیر بیان فرما دی ہے پس آنحضرتؐ کی آل اہلبیتؑ ہیں اور اہلبیتؑ
آل ہیں۔ یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں گو کہ آل کی اصل اہل ہے۔

امام بیہقی نے روایت کی ہے جو شعب حضرت ام سلمہ سے نقل کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے جناب سیدہ سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لے آؤ جب وہ آگئے تو آپ نے اُن سب کے اوپر اپنی چادر ڈال دی اور فرمایا "اے پروردگار! یہی آل محمدؐ ہیں ان پر اپنی رحمت و برکت نازل فرما۔ جیسے کہ تو نے ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ پر نازل فرمائی ہے۔

www.kitabmart.in

اس طور سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ لفظ آل محمدؐ سے کون حضرات مراد ہیں۔

کتاب مطالب السئول میں حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے متعلق لکھا ہے۔

آل کے تمام معنی ان میں (علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ) جمع ہیں کیونکہ یہی آنحضرت کے اہلبیت ہیں اور انہی پر صدقہ حرام ہے اور حضور کے دین کے بھی پورے پیرو ہیں اور یہی حضرت کے طریقے پر ٹھیک ٹھیک چلنے والے ہیں پس آل کا لفظ حقیقتاً تو انہی پر بولا جا سکتا ہے اور ان کے غیر پر اس کا اطلاق مجازاً ہے اور اسی قول پر علماء کا اتفاق ہے۔

ایک بار منصور دوانقی خلیفہ عباسی نے حضرت امام جعفر صادقؑ

www.kitabmart.in

علیہ السلام سے کہا کہ ہم اور آپ حضرت رسول خدا سے قرابت میں برابر ہیں آپ کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ حضرت نے فرمایا اگر حضرت رسول خدا تمہارے ہاں نکاح کی خواستگاری کریں اور تمہاری عورتوں سے نکاح کرنا چاہیں تو جائز ہوگا بخلاف اس کے ہم سے ایسی خواستگاری نہیں فرما سکتے تھے (محاضرات راغب اصفہانی)

ہارون رشید نے ایک بار کسی علوی سید سے کہا کہ قرابت رسول کے لحاظ سے تم کو ہم پر کیا فضیلت حاصل ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہماری عورتوں کو آنحضرت سے پردہ کی ضرورت نہیں اور تمہاری عورتوں کو ہے

آل عبا کے متعلق تو ہم ثبوت پیش کر چکے اب اہلبیت کے متعلق کچھ ہیں۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی۔ میں دروازے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور گھر کے اندر جناب رسالتمآب علی مرتضیٰ جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام تشریف رکھتے تھے پس حضرت نے ان لوگوں کو اپنی چادر اڑھا دی اور فرمایا اے میرے پروردگار یہ میرے اہلبیت اور میرے خاص ہیں ان سے نجاست کو دور رکھ اور پاک کر جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی انہیں میں سے ہوں فرمایا تو خیر پر ہے تیرا انجام بخیر ہے مگر تو ان میں داخل نہیں۔ (صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی۔ مسند احمد حنبل)

www.kitabmart.in

مستدرک۔ معجم طبرانی۔ سنن بیہقی)۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج رسول کا اہلبیت میں شمار نہیں جب حضرت ام سلمہ جیسی بی بی جن کی نسبت حضرت رسول خدا نے انتِ علی الخیر فرمایا ہے اس پاک گروہ میں داخل نہ ہو سکیں تو اور بیبیوں کا ذکر ہی کیا۔ اُن لوگوں نے سخت غلطی کی ہے جنہوں نے خواہ مخواہ اہلبیت میں رسول کی بیبیوں کو بھی کھینچ دکھایا ہے۔

حصین ابن سبرہ نے زید بن ارقم صحابی رسول سے پوچھا کہ کیا آنحضرت کی ازواج ان کے اہلبیت نہیں ہیں! کہا۔ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ کچھ وقت تک رہتی ہے پھر وہ اس کو طلاق دیتا ہے تو اپنے باپ اور اپنی قوم کی طرف واپس چلی جاتی ہے۔ رہے آپ کے اہلبیت وہ آپ کے اصل اور خویش ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام فرمایا گیا ہے (صحیح مسلم)

اس روایت سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ ازواج اہلبیت میں داخل نہیں۔ امام نووی جو صحیح مسلم کے شارح ہیں زید بن ارقم کے اس فیصلے سے استدلال کرتے ہوئے اپنا قطعی تصفیہ درج کرتے ہیں۔

حصین بن سبرہ کے اس سوال پر کہ آنحضرت کی ازواج ان کے اہلبیت نہیں زید بن ارقم کا یہ کہنا کہ نہیں اُس قول کو باطل کرتا ہے کہ تکم فرمائیں

آپ کے اہلبیت ہیں۔ کیونکہ آپ کی بیبیوں میں قریشی اور غیر قریشی بھی تھیں جیسے عائشہ، حفصہ، اُمِ سلمہ اور اُمِ حبیبہ۔

www.kitabmart.in

فضائل اہلبیت میں چند معتبر حدیثیں

(۱)

فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اہلبیت پانچ چیزوں میں حضرت رسولؐ خدا کے شریک ہیں۔

۱۔ سلام۔ نبی کی شان میں ہے السلام علیک ایہا النبیؐ و رحمۃ اللہ و برکاتہ اور اہلبیت کی شان میں ہے سلام علیٰ آل یٰسین۔ نور الدین سمہودی جواہر العقدین میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کی ایک جماعت نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ سلام علیٰ آل یٰسین کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آل یٰسین سے مراد آل محمدؐ ہیں۔ جس طرح حضرت یعقوبؑ کا نام اسرائیل ہے اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰؐ کا نام یٰسین ہے۔

۲۔ طہارت۔ رسولؐ کی شان میں ہے طٰہٰ (اے طاہر) اور اہلبیتؑ کی شان میں ہے ویطہرکم تطہیرا۔

۳۔ صلوات۔ یعنی درود محمدؐ و آل محمدؐ دونوں پر بھیجا جاتا ہے

اور صحیح بخاری میں کعب بن عجرہ سے منقول ہے کہ جب آیۂ اِنَّ اللّٰہ
وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ
وسلموا تسلیما نازل ہوئی تو ہم سب نے عرض کی یا رسول اللہ ہم آپ پر
کس طرح درود و سلام پڑھا کریں فرمایا یوں کہا کرو اللھم صل علی
محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید۔

www.kitabmart.in

صلوات جس کو ہمارے مسلمان بھائی مجبوراً چھوڑے ہوئے ہیں اور ذکر محمد
آل محمد سن کر بھی اپنی مجلسوں میں نعرہ صلوات بلند نہیں کرتے
ارکان اسلام میں داخل بلکہ جزو ایمان ہے۔ صواعق محرقہ میں ابن حجر کی
کتاب عمل الیوم واللیلہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا ہے
نماز نہیں ہوتی مگر قرات، تشہد اور محمد و آل محمد پر درود بھیجنے کے ساتھ
کتاب استیعاب میں ابن مسعود کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ جب تک
آنحضرت اور ان کی آل پر نماز میں صلوات نہ بھیجی جائے نماز تمام نہیں
ہوتی۔ بیہقی اپنی سنن میں امام شعبی کا یہ قول نقل کرتے ہیں جس نے تشہد
میں آنحضرت اور اُن کی آل پر درود نہیں بھیجا اس کو اپنی نماز کا اعادہ کرنا چاہئے

علامہ قندوزی اور امام سمہودی کتاب جواہر العقدین کی اسناد
سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا مجھ پر ناقص صلوات

انھوں نے کہا تم لوگ یوں کہا کرو اللھم صلی علی محمد و آل محمد

۴۔ تحریم صدقہ۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے لا تحل الصدقۃ لمحمد ولا لآل محمد یعنی محمد و آل محمد پر صدقہ حرام ہے۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ بچپنے میں امام حسنؑ نے صدقے کے خرموں میں سے ایک خرما اپنے منہ میں رکھ لیا۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ صدقہ ہم پر حرام ہے۔

۵۔ وجوب محبت۔ حضرت رسول خدا کی شان میں ہے فاتبعونی یحببکم اللہ (میری اطاعت کرو خدا تم کو دوست رکھے گا) اور اہلبیت کی شان میں ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (اے رسول کہدو کہ میں تبلیغ رسالت کا کوئی اجر سوائے اس کے نہیں چاہتا کہ تم میرے قرابتداروں سے محبت کرو)

(۲)

ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہم اہلبیت کو علم کی کنجیاں۔ رسالت کا مرکز اور حکمت کی کان ہیں (دیلمی)

(۳)

حضرت رسول خدا نے فرمایا ... ہر ایک کو

باعث امان ہیں اسی طرح میرے اہلبیت میری اُمت کے لیے امان ہیں

(ابن شیبہ - ابو یعلیٰ - امام طبرانی)

www.kitabmart.in

(۴)

ابن عباس اور ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ آنحضرت نے

فرمایا میرے اہلبیت تم لوگوں میں ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں

توبہ کا دروازہ تھا کہ جو اس میں داخل ہوا وہ بخشا گیا۔ (دیلمی)

(۵)

جناب ابوذر غفاری سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا

میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے کہ جو اس پر سوار ہو گیا بچ گیا

اور جو اس سے الگ رہا ڈوب گیا اور ہلاک ہو گیا (مستدرک حاکم)

(۶)

انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا۔ ہم

اہلبیت ہیں ہم پر کسی غیر کو قیاس نہیں ہو سکتا (فردوس الاخبار دیلمی)

(۷)

حضرت ام سلمہ سے منقول ہے کہ فرمایا حضرت رسول خدا نے۔ میری

مسجد میں جانا حرام ہے ہر حیض والی عورت اور جانب واسطے مرد پر لیکن

مجھے اور میرے اہلبیت کو جانا حرام نہیں۔ (سنن بیہقی و کبیر طبرانی)

(۸)

ابو رافع سے مروی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا چار شخص سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے میں، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ اور ہماری اولاد ہمارے پس پشت ہوگی ان کے پیچھے ہماری بیبیاں ہوں گی ہمارے شیعہ داہنے اور بائیں ہوں گے (فردوس الاخبار دیلمی۔ معجم طبرانی تفسیر ثعلبی۔ ثمرات النبوۃ)

(۹)

حضرت رسول خداؐ نے جناب فاطمہ زہراؑ سے فرمایا کہ میں اور تو اور حسنینؑ اور یہ سونے والا (حضرت علیؑ) قیامت کے دن ایک مقام میں ہوں گے (مناقب احمد حنبل و فردوس الاخبار دیلمی)

(۱۰)

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا میرے اہلبیتؑ کی محبت سات مقامات میں نفع رساں ہے اور یہ وقت بہت سختی کے ہوں گے۔ وقت وفات۔ قبر میں جانے کا وقت۔ قبر سے اٹھائے جانے کا وقت۔ حساب اعمال کی پیشی کا وقت۔ میزان کا وقت۔ پل صراط کے عبور کا وقت۔

(فردوس الاخبار دیلمی)

(۱۱)

ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا خدا سے محبت کرو اس لیے کہ اس نے تم کو نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور خدا کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی خاطر میرے اہلبیت سے محبت کرو (مستدرک حاکم۔ صحیح ترمذی)

(۱۲)

ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا جو شخص اہلبیت سے بغض رکھے گا وہ منافق ہے (مناقب احمد بن حنبل)

(۱۳)

حضرت ابوبکر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے جو شخص میرے اہلبیت کی حفاظت کرے گا میں نے اس کے لیے خدا سے عہد لیا ہے (شرف النبوۃ علامہ ابو سعید و سیرت ملا)

(۱۴)

جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا جس نے میرے اہلبیت کو ناراض کیا خدا اس کو حشر میں یہودی اٹھائے گا (معجم طبرانی)

(۱۵)

امام حسن علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہر شئے کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسولؐ اور اُن کی آل کی محبت ہے۔ (احیاء المیت سیوطی)

ذیل میں ایسی احادیث لکھی جاتی ہیں جن میں علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے یا مخصوص امام حسینؑ کی شان بتاتی ہیں۔

(۱)

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جناب سیدہ، حضرت علیؑ اور حضرات حسنینؑ علیہم السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں اس شخص سے لڑنے والا ہوں جو ان سے لڑے اور اس سے صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرے (مسند احمد حنبل۔ مستدرک حاکم۔ معجم طبرانی)

(۲)

حضرت ابوبکر سے منقول ہے کہ ایک خیمہ میں حضرت رسولؐ خدا، علی مرتضیٰ، فاطمہ زہراؑ اور حسنینؑ تشریف فرما تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا

اسے اسلی نوا جو شخص اس خیمہ والوں کے ساتھ صلح رکھے گا میں اس سے

صلح کرنے والا ہوں اور جوان سے جنگ کرے گا اس سے جنگ کرنے والا

ہوں۔ میں اُسے دوست رکھتا ہوں جو انھیں دوست رکھتا ہے۔ جو

شخص نیک بخت اور پاکیزہ ولادت ہوگا وہ انھیں دوست رکھے گا

اور جو بدبخت ناپاک ولادت ہوگا وہ انھیں دوست نہ رکھے گا۔

(ریاض النضرہ محب طبری)

(۳)

فرمایا حضرت رسولؐ خدا نے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانان بہشت کے

سردار ہیں (صحیح نسائی، صحیح ترمذی۔ مستدرک حاکم۔ معجم طبرانی

فردوس الاخبار دیلمی)

(۴)

حضرت رسولؐ خدا ایک روز امام حسینؑ کو گود میں لیے فرما رہے تھے

خداوندا! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور جو اس کا

دوست ہو اُسے بھی دوست رکھ (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ سنن ابی ماجہ

تاریخ ابن اثیر۔

(۵)

فرمایا حضرت رسولؐ خدا نے: حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں

خدا اُسے دوست رکھے جو حسینؑ کو دوست رکھے حسینؑ سبط ہے اسباط
میں سے (صحیح بخاری۔ صحیح ترمذی۔ مستدرک حاکم۔ مسند احمد حنبل۔ سنن
ابن ماجہ۔ تاریخ ابن اثیر)

۴۔ وفات رسولِ خدا کے بعد کے حالات

افسوس ہے کہ جن لوگوں کی محبت و اطاعت و تعظیم کے متعلق حضرت رسولِ خدا نے بار بار تاکید فرمائی تھی۔ اپنی انتہائی محبت کا اظہار کیا تھا۔ جن کے فضائل میں متعدد آیات نازل ہوئی تھیں جو اسلام کے بہترین خدمت گذار اور شریعت محمدی کے سچے حامی تھے آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلمانوں نے ان کی طرف سے اپنی آنکھیں پھیر لیں اور ایسی پھیر لیں گویا ان سے کوئی تعلق ہی نہ تھا سلطنت اسلامی کی باگ خلیفہ کے بنائے ہوئے امیر کے ہاتھ میں دے کے اہلبیت رسولؐ کو خلافت سے علیحدہ کر دیا اور ان کی طرف ایسی بے توجہی کی کہ وہ مجبوراً گوشہ نشین ہو گئے۔ کاش اتنا ہی کیا ہوتا لیکن غضب تو یہ کیا کہ ایسے حالات میں بھی ان کی زندگی تنگ کر دی گئی اور جن لوگوں کو پہلے معمولی اختیارات دیئے گئے تھے ان ہی کو وہ حاکمانہ اختیارات بھی سونپ دیئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہلبیت بھی

عام مسلمانوں کی طرح سلطنت کے ماتحت بن کر حسرت و ناکامی کی زندگی
بسر کر رہے تھے۔ زمانہ اپنی نیرنگیاں دکھا رہا تھا اور یہ خاموش تھے۔ دنیا
اپنا رنگ بدل رہی تھی اور یہ صبر و ضبط کے ساتھ وقت گزار رہے تھے
مسلمان احسان فراموشی اور ایذا رسانی کی بدترین مثالیں پیش کر رہے
تھے اور یہ زبان سے اُف نہ کرتے تھے۔ ایسے نازک وقت میں جبکہ کمزور
سے کمزور آدمی کی رگوں میں بھی انتقامی خون جوش مارنے لگتا ہے
حضرت علی علیہ السلام وصیت رسول کی بناء پر اپنے انتہائی صبر و ضبط
کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ ایسے خانہ نشین ہو گئے تھے کہ ان کا مدینہ
میں ہونا اور نہ ہونا مشکل سے معلوم ہوتا تھا۔

کس قدر عبرتناک واقعہ ہے کہ حیات رسولؐ میں جن لوگوں کا
اعزاز و اقتدار انتہا کو پہنچا ہوا تھا زمانہ کی ناقدری نے اب ان کو
ایسی کمزوری اور کس مپرسی کی حالت میں ڈال کر ان میں اور مدینہ
کے عام فقیروں میں مشکل سے امتیاز ہوتا تھا۔ یہ وہی لوگ تو تھے
جن کے فضائل و مناقب حضرت رسول خدا کی زبان سے بار بار سنے
جاتے تھے جن کی محبت تمام مسلمانوں پر واجب کی گئی تھی۔ جن کی اطاعت
ایمان کا جزو اور دین اسلام کا ایک رکن بتائی گئی تھی۔ جو اپنی ذاتی
شرافت و فضیلت کی بناء پر ...

خدا و رسول کا دوست اور جو ان کا دشمن خدا و رسول کا دشمن بھی ہوا تھا۔
افسوس صد افسوس مسلمانوں کی خود غرضی نے حضرت رسول خدا کی
تمام وصیتوں کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے لوگوں کے حقوق چھین لیے
جن کی وجہ سے اسلام کے ہاتھوں میں زندہ رہا تھا۔

حضرت رسول خدا کی وفات کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام
کا سن مشکل سے سات برس کا شمار کیا جاتا ہے۔ اسی وقت سے
جناب امیر علیہ السلام کی گوشہ نشینی کے آخری زمانہ تک آپ کے
حالات پردے میں ہیں۔ اس تمام مدت میں ان حضرات کے مشاغل
علم حدیث۔ علم قرآن۔ احکام شریعت کی تعلیم و تبلیغ اور اصلاح
قوم کے سوا اور کیا ہو سکتے تھے۔

خلافت کے پہلے دور میں امام حسین علیہ السلام کے متعلق کوئی
خاص واقعہ قابل اندراج نہیں۔ البتہ حضرت عمر کی خلافت کے
زمانے میں دو واقعہ ایسے ملتے ہیں جن کو ہم حالات میں لکھ
سکتے ہیں۔

عبید بن حنین کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مجھ سے
بیان فرماتے تھے کہ ایک دن میں عمر کے پاس گیا۔ وہ منبر پر خطبہ
پڑھ رہے تھے میں نے ان سے کہا میرے باپ کے منبر سے اترو

اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھو۔ عمر نے کہا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں۔
یہ کہہ کر مجھے پکڑ لیا اور اپنے پاس منبر پر بٹھا لیا۔ میں اوپر بیٹھا رہا۔ جب وہ
منبر سے اترے تو مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور پوچھا کہ یہ بات
تمہیں کس نے سکھائی ہے۔ میں نے جواب دیا قسم خدا کی مجھ کو
کسی نے نہیں سکھائی۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں ایک روز جو ان کے پاس
گیا تو وہ خلوت میں معاویہ سے بات چیت کر رہے تھے۔ ان کے بیٹے
دروازے پر تھے۔ وہ یہ سمجھ کر کہ اس وقت بات چیت کا موقع نہیں لوٹ
پڑے ان کے ساتھ میں بھی لوٹ آیا۔ اس کے بعد جب عمر مجھ سے
ملے تو کہنے لگے۔ ہم نے آپ کو کئی دن سے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا
میں تو تمہارے پاس گیا تھا۔ لیکن تم اس وقت معاویہ کے ساتھ
خلوت میں تھے۔ پس میں ابن عمر کے ساتھ لوٹ آیا۔ انھوں نے
کہا تم ابن عمر سے میرے نزدیک زیادہ گرامی ہو (اصابہ فی تمیز الصحابہ)

حضرت عمر چونکہ بڑے سیاسی آدمی تھے اس لیے کبھی کبھی عام
لوگوں پر اثر ڈالنے کے لیے ایسے واقعات بھی کر گزرتے تھے۔ ورنہ
اہلبیت رسولؐ کی جتنی وقعت ان کے دل میں تھی معلوم ہے۔

دوسرا واقعہ حسب ذیل ہے :

دائن فتح ہوا اور غنیمت کا مال آیا تو انہوں نے اس کے تقسیم کرنے
کا حکم دیا وہ مال مسجد میں جمع کیا گیا۔ سب سے پہلے امام حسن علیہ السلام پہنچے
تب آپ نے فرمایا میرا حق مجھے دو۔ عمر نے کہا بہت اچھا پھر ان کے لیے ایک ہزار
درہم دینے کا حکم صادر کیا۔ ان کے جانے کے بعد امام حسین علیہ السلام
تشریف لائے خلیفہ نے ان کو بھی ایک ہزار درہم دلائے۔ جب وہ بھی
چلے گئے تو عبداللہ بن عمر آئے۔ عمر نے ان کو پانچ سو درہم کا حکم دیا
وہ کہنے لگے میں تو قوی آدمی ہوں۔ حضرت رسول خدا کے سامنے
تلوار سے لڑتا تھا اور حسنین علیہما السلام اس وقت لڑکے تھے اور
مدینے کے بازاروں میں کھیلا کرتے تھے آپ نے ان کو تو ہزار ہزار
درم دلائے ہیں اور مجھ کو پانچ سو درم دیتے ہیں۔ عمر نے کہا اچھا جاؤ
ان کے باپ جیسا باپ اور ان کی ماں جیسی ماں اور ان کے نانا جیسے
نانا اور ان کی نانی جیسی نانی اور ان کے چچا جیسے چچا اور ان کی پھوپھی
جیسی پھوپھی اور ان کے ماموں جیسے ماموں اور خالہ جیسی خالہ تو ہرگز
نہیں لا سکے گا۔ ان کا باپ علی مرتضیٰ ماں فاطمہ زہرا۔ نانا محمد مصطفےٰ
نانی خدیجۃ الکبریٰ۔ چچا جعفر طیار۔ پھوپھی ام ہانی بنت ابو طالب
ماموں ابراہیم اور خالہ رقیہ و ام کلثوم ہیں اصابہ فی تمیز الصحابہ وغیرہ
ایک اور واقعہ بھی اس خلیفہ کے زمانہ میں حضرت امام حسین

منقول ہوا ہے جس کو ہم تاریخ دمشق سے نقل کرتے ہیں۔
ایک بار قحط کے زمانہ میں لوگوں نے کئی بار مینہ کے لیے دعا کی
لیکن پانی نہ برسا پس خلیفہ دوم نے کہا۔ کل میں ان لوگوں کے وسیلہ
سے پانی مانگوں گا جن کے ذریعے سے پانی مانگا جائے تو خدا ضرور
سیراب کر دے۔ پس صبح کو حضرت عمر، عباس بن عبدالمطلب کے پاس
آئے اور کہا۔ باہر چلئے ہم آپ کے ذریعہ خدا سے طلب باراں کریں۔
حضرت عباس نے کہا آپ جائیے میں اس کا انتظام کرتا ہوں انھوں
نے بنی ہاشم کے پاس کہلا بھیجا کہ طہارت کر کے لباس پاکیزہ پہنیں اور
میرے ساتھ چل کر بارش کے لیے دعا کریں۔ جب وہ جمع ہوئے تو عباس
اس طرح باہر نکلے۔ جناب امیر علیہ السلام ان کے آگے آگے تھے
امام حسنؑ داہنی طرف اور امام حسینؑ بائیں طرف تھے اور دیگر بنی ہاشم
پیچھے پیچھے تھے۔ پس یہ حضرات عید گاہ میں تشریف لائے اور کھڑے ہو کر
پہلے تو جناب عباس نے خدا کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا۔ پروردگارا!
تو نے ہم کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ ہم کرتے ہیں تو اس کو جانتا ہے
جب قبل ہماری پیدائش کے تو ہمارے حال سے واقف تھا تو پھر
پیدا کرنے کے بعد تیرے علم کا مانع کون ہو سکتا ہے۔ خداوندا جس طرح
تو نے ابتداء میں ہم کو فضیلت دی ہے اسی طرح آخر میں بھی

جو کچھ بیان ابھی یاد کیں وہ عالم دیکھنے والی تھی کہ ایک دم ہم پر چھا گیا
اور ہم لوگ اس حالت میں اپنے گھر پہنچ کر جب پھر سب بیٹھے تھے

ان تینوں واقعات سے اہلبیت علیہم السلام کی پوری فضیلت
ثابت ہوتی ہے۔ تیسرے واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے دعا
کرنے کے لیے اہلبیت سے توسل کرنا گوارا نہیں کیا اور چچا عباس
کی طرف رجوع کی لیکن عباس کے توسل سے یہ ثابت ہو گیا یعنی
واقعہ نے آفتاب میں فضل پڑھے بتلایا ہے کہ ان حضرات کی
عزت حاصل کرنے میں عباس کا کوئی دخل نہیں۔ ان کے فضائل
اور مناقب خدا داد بخشش ہیں۔ حضرت عمر نے دیکھ لیا کہ عباس کی
کیسی عزت اپنے مقام پر رہ گئی اور آگے نکلے چلے ہوئے حضرت علی ہی
قرار پائے۔ اگر حضرت عباس اپنے کو ان حضرات سے بہتر جانتے
ہوتے تو ہرگز وہ ان کو اپنے ساتھ لینے کی ضرورت محسوس
کرتے اور دعا میں ساتھ قدم چلاتے۔

حضرت عمر و عثمان کے زمانہ میں بنی ہاشم کی پوزیشن

حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں ایک ایسی قوم کو جگہ ملی جو
حاصل ہوا جس کے افراد حضرت رسول خدا کی ذات گرامی کی نجابت

برداشت کرنا پڑیں۔ کون نہیں جانتا کہ اسی قوم بنی امیہ کے رئیس ابو
سفیان نے مسلمانوں سے کیسی کیسی لڑائیاں لڑیں اور حضرت محمد کی
نے اس قوم کی عزت و دولت میں کس قدر حضرت رسول کی کوششوں سے
کم ہو گیا تھا۔ اسلامی تاریخوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بنی امیہ ہمیشہ سے
خلافت کی کوششوں میں ناکام ہو کر ایسے گرے کہ وہ ہو گئے تھے کہ
ان کے پھر سنبھلنے کی امید بہت کم کی جاتی تھی۔ اُن کا تمام سیاسی پیچ
تھا۔ ان کی قوتیں ٹوٹ چکی تھیں ان کی کمزوری اس حد تک پہنچ گئی تھی
کہ کسی کو ان کے پنپنے کی امید باقی نہیں رہی تھی۔ حضرت رسولؐ خدا نے
آٹھ دس برس تک شکست پر شکست دے کر ان کے غرور و تکبر کو
سنبھال دیا تھا۔ ان کی ابھرتی قوتوں کو ایسا توڑا تھا کہ ان کے ہوش و حواس
گم ہو گئے تھے۔

جب اس خاندان بنی ہاشم اور دشمن اسلام قوم نے اپنا یہ
حال دیکھا تو فتح مکہ کے بعد مجبوراً برائے نام اسلام قبول کر لیا۔ اسلام
اور بانی اسلام کی محبت سے اُن کے دل بالکل خالی تھے۔ اس نتیجہ
کی بنا میں وہ اپنے کو زبان سے مسلمان کہہ دیتے تھے۔ در حقیقت
ان کی رگ رگ میں کفر و شرک کا خون دوڑ رہا تھا۔ اب یہ لوگ
[illegible] انقلاب [illegible]

یہی بعض اوقات غربا سمجھے گئے ہیں ان کو مال غنیمت میں سے حصہ
دے دیا جاتا تھا۔

اس قبیلہ میں ابو سفیان جب تک زندہ رہا سلطنت اور حکومت
پر اس کی نگاہ لگی رہی۔ چنانچہ نبی ﷺ کے بعد جب حضرت عثمان
جب تخت خلافت پر بیٹھے تو ابو سفیان اس وقت تک زندہ تھا اس نے
یہ ساری سلطنت کو اپنے قبیلہ کے ہاتھ میں دیکھا تو مارے خوشی کے
پکار اٹھا۔ اور معلوم نہیں کیا کیا کہنے لگے ہیں گے۔

الغرض اسلام کے اس پہلے دشمن قبیلہ کو حضرت عمر کے زمانے میں
پھر کچھ پوری قوت حاصل ہو گئی مختصر حال اس کا یہ ہے کہ چونکہ اس قوم کی
حکومت کی امید باقی تھی۔ فقط یہ طاقت ہی وجہ ہے کہ تمام ملک عرب میں
مشہور تھی اس لیے حضرت عمر نے بھی سلطنت کو ان سے قریب رکھنے
کے لیے یہ تدبیر کی کہ جب شام کے فتح ہونے کے بعد یزید بن ابو سفیان کو
بھی شام کا حاکم مقرر کر دیا۔ یزید وہ تھا جس کا ذکر ہو چکا ہے
اور سیاست و تدبیر کی وجہ سے یہ منصب اس کو عطا کیا گیا
جس وقت اس دنیا سے چلے گئے کہ نبی ﷺ کے بعد ان کو عطا فرمادیا تھا
ان کو کسی حبیب خدا کے بلا کر رکھا جائے اور سب سے پہلے
پھر کسی قبیلہ عرب کے بعد قبیلوں میں سے تھا۔

اگرچہ خلافتِ اسلامی کی وجہ سے ان کی شان خراب ہو گئی تھی اور ان کی تنظیم ٹوٹ چکی تھی۔ یہ بکھر چکے تھے لیکن ان کی تعداد و شمار میں کوئی کمی واقع نہ تھی۔ لہٰذا ان کی طرف سے یہ خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اتفاق کر کے خلافت کے موجودہ انتظام کو درہم برہم کر دیں۔ مورخین اس قسم کی بہت سی باتوں پر نظر رکھ کر حضرت عمر اسلام کے جنگجوؤں نے اس قبیلہ کی پہلی خاطر داری کی کہ شام کی مہم کے موقع پر یزید جو شام کی کمک میں ابو سفیان کے سب سے بڑے بیٹے یزید بن ابو سفیان کو جس پر حضرت رسولؐ خدا لعنت کر چکے تھے سات ہزار فوج کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ کر دیا۔

اگر ابو سفیان جیسا تجربہ کار اور جہاندیدہ انسان بڑھاپے کے باعث اندھا ہونے کے قریب نہ پہنچ گیا ہوتا تو کارکنان خلافت اس کے ہوتے یزید جیسے ناتجربہ کار اور جنگی کو بھی اس سپہ سالاری کے لیے منظور نہ کرتے بہرحال بنی امیہ کے عروج و اقتدار کا پہلا زینہ تقاضوں اول حضرت عمر کی خلافت میں قائم ہوا۔ محاصرہ دمشق کے ختم ہونے کے بعد جب ادھر کا علاقہ اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا تو انھیں مصلحتوں پر نظر رکھ کے خلیفہ عمر نے ابو عبیدہ کے بعد دمشق کی حکومت بھی ان کو

---

۱ ملاحظہ الله التاریخ والسیاسۃ والادب ... صفحہ

بھی کر دی۔ اب کیا تھا بنی امیہ کو حکمرانی کی مراد مل گئی۔ یہ یزید دو برس
یا اس سے کچھ زائد وہاں حکومت کرتا رہا۔ جب وہ مرا تو حضرت عمر نے
اس کا قائم مقام اس کے بھائی معاویہ بن ابو سفیان کو
مقرر فرمایا۔ یہ بجائے ایک گورنر کے بادشاہ بن بیٹھا۔ اس کے تخت پر بیٹھتے ہی
بنی امیہ کے اقتدار کو اور چار چاند لگ گئے۔ معاویہ نے اپنے قبیلے
کی گرتی ہوئی حالت کو پوری طرح سنبھالے رکھا۔ پہلے ہی سے خاندانی
تھی۔ تخت پر قدم رکھتے ہی اس نے اپنی قوم پر دولت و حکومت کے
دروازے کھول دیے اور جو مراعات وہ اپنے عزیزوں اور قرابت داروں
کے ساتھ کر سکتا تھا کرنے لگا۔

حضرت عمر کے بعد جب اسلامی سلطنت کی باگ حضرت عثمان کے
ہاتھ میں آئی تو اس نے بنی امیہ کے حق میں سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔
حضرت عثمان جیسے کہ نرم دل تھے وہ سب جانتا تھا کہ ان کی
ہی اس طبیعت کی۔ جب خلیفہ اپنے گھر کا ہو اور پھر ایسا نرم ہو
تو بنی امیہ کی کیا خطا جنہیں اپنے ہاتھ پاؤں خوب پھیلائے اور
سلطنت اسلامی کے تمام اعلیٰ عہدے ان کے قبضے میں ہو گئے۔
حضرت عثمان کے اپنے وقت میں ایک طرف تو بیت المال کا
خزانہ بنی امیہ پر کھلا اور دوسری طرف سلطنت اسلامی کے سب بڑے عہدے

اصحاب میں بنی امیہ کو جو ترقی کرنا شروع کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب
میں تمام سلطنت پر یہ قبیلہ ٹڈی دل کی طرح چھا گیا۔ جس طرف
نظر جاتی تھی بنی امیہ ہی بنی امیہ نظر آتے تھے۔ والیان ملک تھے
تو بنی امیہ۔ صدقات وصول کرنے والے تھے تو بنی امیہ۔ قاضی تھے
تو بنی امیہ۔ خطیب تھے تو بنی امیہ۔ اور حکام تھے تو بنی امیہ۔ بیت المال
کے خزانچی تھے تو بنی امیہ۔ سپہ سالار تھے تو بنی امیہ۔ وزیر سلطنت
تھے تو بنی امیہ۔ غرضکہ اس وقت جو کچھ بھی تھے بنی امیہ ہی تھے۔

جب ملک میں کوئی عہدہ باقی نہ رہا تو ان کو گرانبہا سپے
بیش قیمت تحفے۔ بڑی بڑی جاگیریں اور قیمتی خلعت دیے جانے
لگے اس سے بھی جی نہ بھرا تو کسی کو ملک کا خراج معاف کر دیا کسی کو
زمین مفت دیدی۔ کسی کو ملک فتح کرنے کے صلہ میں تمام مال غنیمت
عطا ہو گیا۔ ان لوگوں میں سب سے اول نمبر مروان بن الحکم کا تھا
یہ وہ شخص تھا جس کو طرید رسولؐ (رسول خدا کا نکالا ہوا) کہا جاتا تھا۔
اس کو آنحضرتؐ کی ہدایت کے موافق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے
اپنی اپنی خلافتوں کے زمانہ میں اس کو مدینہ سے دور کر دیا
تھا۔ مگر حضرت عثمان نے کنبہ پروری کو حکم رسولؐ پر ترجیح دے کر اس کو
[illegible]

اس کے ساتھ بڑے بڑے سلوک کیے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے لوگ تھے جن پر حضرت عثمانؓ کا لطف و کرم ابر و باراں کی طرح برسا۔

مقصود یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی ان مہربانیوں کی بدولت بنی امیہ کے پاس اتنی دولت کہاں سے آگئی جو کبھی ان کے وہم و خیال میں بھی داخل ہوگی۔ سب کا ذکر تو کہاں تک کیا جا سکتا ہے صرف ایک شخص عبدالرحمن بن عوف کے ترکہ کا حال سن لو۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے

> عبدالرحمن بن عوف عشرہ مبشرہ (دس جنتی لوگ) میں سے تھے جب انھوں نے وفات فرمائی تو اتنا کثیر مال چھوڑ گئے کہ قرضہ ادا کرنے اور وصیتیں پوری کرنے کے بعد ترکہ تقسیم ہوا۔ بیویوں میں سے ہر ایک کو جو آٹھویں حصے کی حقدار بیوی تھی اور چوتھا حصہ اس کو نہیں دیا گیا اسی ہزار درہم سے زیادہ حصہ میں ملے۔

خیال کرو جب ایک مطلقہ عورت جس کو پورا حصہ بھی نہیں دیا گیا تھا اسی ہزار درہم پا گئی تو دوسرے وارثوں نے کتنا پایا ہوگا۔

لے حضرت عائشہ، ابوالہیجا، سعید بن العاص، حارث بن الحکم۔
[illegible]

تقسیم کی رُو سے پورا پورا حصہ ملنے کا کتنا احتمال باقی ہوگا۔
اس سلطنت میں معاویہ بن ابو سفیان کا ستارۂ اقبال عروج
پر آیا اور اس نے اپنی سلطنت کی بنیادوں کو پوری طرح مضبوط کیا
ایک انگریز مورخ سر فریسر کہتا ہے۔ (منقول از ہسٹری آف اسلام)

یہ واقعہ انتہائی اہم ہے کہ معاویہ نے جو علیؓ کے بعد خلیفہ
بنے سلطنت حاصل کرنے کی دھن میں کسی قسم کا کوئی لحاظ نہیں
کیا۔ حسنؓ کو شکست دے کر اس کی قوت کو توڑنے کے پیچھے پڑ گیا
اس کی خاص عادت تھی۔ ناسمجھ مسلمانوں کو اس نے دھوکہ دیا۔
حضرت علیؓ کے ذریعی افسر ملک اشتر کی بھی یہی حالت کی۔ اپنے
بیٹے یزید کی بیعت کو خلیفہ بنانے کے لیے اس نے اپنے وعدہ
توڑا جو امام حسنؓ کے ساتھ کیا تھا۔ یہ حال تھا جب عرب کو اپنے
پاس جمع کر کے معاویہ اسلامی ممالک پر حکومت کرتا رہا۔ یہ سلطنت
اس کی نسل میں تھوڑی ہی مدت قائم رہی۔ اس زمانہ میں بہت سی
بے ترتیبیاں پیدا ہو گئیں جن کی بنیاد مذہبی اعتقادوں پر تھی۔ اسلام کی تعلیم
سیاسی تھا کہ وہ اپنے مذہبی معاملات کو دنیاوی تعلقات سے
بالکل علیحدہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ اسلام عرب کے قبیلوں کی

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۱۰۔ حضرت علیؓ کی خلافت اور امام حسینؓ

[illegible]

السلام

یہ ایسے ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنگ
صفین تک ذکر کرتے ہیں۔ جب حضرت علی علیہ السلام کا لشکر کربلا میں
داخل ہوا تو آپ نے حضرت رسول خدا کی پیشین گوئی کے مطابق اس
زمین کے نام سے پہچان کر جناب امام حسین علیہ السلام سے مصائب دنیا
صبر فرمانے کے لیے بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ جنگ صفین کے واقعات
میں حسنین علیہما السلام کے متعلق ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ دونوں شہزادوں
کو مقابلہ اعدا پر تیار دیکھ کر آپ نے ان کو میدان جنگ سے واپس
بلا لیا اور فرمایا کہ مجھ کو ان کی جنگ سے یہ خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں
حضرت رسول خدا کی مقدس نسل منقطع نہ ہو جائے۔

بعض کتابوں میں یہ واقعہ بھی لکھا جاتا ہے کہ جنگ صفین میں
کسی صحابی نے شمر ذی الجوشن کو پکڑ کر جناب امیر علیہ السلام کی
خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس وقت تک یہ قید میں
رکھا جائے جب تک کوئی اس کا ضامن پیدا نہ ہو۔ اتفاق سے
کوئی بھی ضامن نہ ہوا۔ حضرت امام حسینؑ نے یہ حال دیکھ کر اپنی شفقت
کی بنا پر خود اس کی ضمانت کر کے قید سے رہائی دلائی۔ اس واقعہ
کے بعد شمر کی حرکت سے کربلا میں جو کچھ ہوا اس کا بیان آگے
آرہا ہے۔

حضرت امام حسنؑ کی خلافت اور امام حسینؑ

جناب امام حسن علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں جو صرف چھ ماہ تھی جناب امام حسین علیہ السلام کے متعلق کوئی خاص واقعہ قابل اندراج نہیں لیکن حضرت امام حسن اور معاویہ کے درمیان جن شرائط پر صلح ہوئی تھی ان کو البتہ ہمارے مضامین سے بہت کچھ تعلق ہے۔ اگرچہ ہم ان شرائط کا ذکر حضرت امام حسن علیہ السلام کی سوانح میں کر چکے ہیں لیکن ضرورت کے لحاظ سے پھر ان پر روشنی ڈالتے ہیں جناب امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ حسب ذیل شرائط پر صلح فرمائی تھی۔

(۱) معاویہ لوگوں کے درمیان کتاب خدا اور سنت رسول کے موافق عمل کرے۔

(۲) اپنے بعد کسی کو خلافت پر معین نہ کرے بلکہ امام حسنؑ یا اہلبیت میں سے جو موجود ہوگا اس کو دی جائے گی۔

(۳) شام و عراق و حجاز و یمن اور ہر جگہ کے لوگ شر و فساد سے محفوظ رہیں۔

(۴) اصحاب علیؑ اور ان کے تمام شیعہ اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ مطمئن رہیں۔

(۵) جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور حضرت رسول خدا کے تمام شیعوں اور دوستوں سے معاویہ کوئی مکر و فریب نہ کرے گا اور کسی قسم کا نقصان ان کو نہ پہنچائے گا۔

(۶) ہر سال ملکی خراج سے پچاس ہزار درہم امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں پہنچایا کرے گا اور علاوہ دارابجرد اہلبیت کے گزارے کے لیے ان کو مخصوص کر دیا جائے گا۔

(۷) جناب امیرؑ کو قنوت نماز میں یا اور کسی موقع پر برا ذکر نہ کیا جائے گا۔

معاویہ نے ان شرائط میں سے کسی ایک شرط کو بھی پورا نہ کیا ہم کو ان تمام شرائط پر روشنی ڈالنے کی یہاں ضرورت نہیں بلکہ صرف یہ تین شرائط ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱) اپنے بعد کسی کو خلیفہ نہ کرے گا بلکہ امام حسنؑ یا اہلبیت میں سے جو موجود ہوگا اس کو سلطنت دی جائے گی۔

(۲) اصحاب علی علیہ السلام اور ان کے تمام شیعہ اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ اس کے خوف سے مطمئن رہیں گے۔

(۳) جناب امام حسنؑ و امام حسینؑ اور اقربائے رسولؐ سے معاویہ

ملحقہ تاریخ کامل، ابو الفدا، طبری، مسعودی، اعثم کوفی، روضۃ الصفا، ...

کسی طرح کا خطرہ نہ رہے گا اور ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا وہ پریشان نہ ہوں گے۔

پہلی شرط کے متعلق بہت سے شکی حالات سے پتہ چلتا ہے [illegible] میں کیا ہے جیسا کہ صاحب [illegible] مطالب [illegible] کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حقیقت یہ ہے کہ معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو دھوکا دینے کے لیے اس وقت اس شرط کو منظور کر لیا تھا ورنہ اس کا جیسا [illegible] ایک [illegible] کے [illegible] اس کو [illegible] تھا۔ [illegible] سے اس [illegible] کہ کسی طرح جلد سے جلد حضرت امام حسن کے وجود سے دنیا کو خالی کر دے چنانچہ وہ اس خیال میں لگا رہا [illegible] اس نے پہلی شرط کے متعلق [illegible] کیا۔ اب دوسری شرط کا حال [illegible] معاویہ نے ایک دن مجمع میں اس شرط کو توڑ دیا [illegible] حضرت [illegible] کے [illegible] کی [illegible] ایک ایسی [illegible] عجیب تھی

[illegible]

جس سے بقول مسٹر آسپرن تمام اہل اسلام کو گلا چھڑانا مشکل تھا۔ بجائے دوستداران اہلبیتؑ کی حفاظت کرنے اور ان کو امن و امان سے اپنی حکومت میں رکھنے کے۔ اس نے انھیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کرانا شروع کیا۔ سولیاں دلوائیں۔ ان کے گھر کھدوا کر پھنکوا دیے ملکی دفتروں اور محکموں سے ان کے نام کٹوا دیے۔ ان کے وظیفے ضبط کر لیے۔ ان مظالم کے متعلق جو فرمان اس نے جاری کیے تھے ان میں سے ایک کی نقل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

> جب معاویہ کی سلطنت کو استحکام حاصل ہو گیا تو اس نے اپنی سلطنت کے تمام حکمرانوں کے نام یہ فرمان جاری کیا۔ جو شخص ہماری سلطنت میں علیؑ کی فضیلت کو بیان کرے اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ میں نے اپنے معاہدہ کو توڑ دیا اور اپنی گردن ان کی بیعت سے نکال لی۔ جب یہ خبر شہروں میں پہنچی تو خطیبوں نے منبروں پر جا کر حضرت علی پر تبرا کہنا شروع کیا اور ان سے قطعاً اپنی بے تعلقی ظاہر کی۔ کوفہ میں چونکہ شیعیان علیؑ زیادہ تعداد میں تھے لہذا وہاں خاص طور سے یہ عمل کرایا گیا۔ زیاد بن ابیہ نے جو اس وقت بصرہ اور کوفہ کا حاکم تھا اور ہر ایک شیعہ کو خواہ مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بوڑھا

اور تمام دہ ستان علیؑ کے گھر جانتا تھا ظلم وستم کا ہاتھ بیکس شیعوں پر
اٹھایا۔ ان کو قید کر کے تہ تیغ کیا ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر
اندھا بنایا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر درختوں میں لٹکایا۔ ان کو
غاروں اور پہاڑوں کی کھوؤں میں بند کیا۔ غرضکہ عراق میں کوئی
شیعہ ایسا نہ رہا جو اس کے ظلم وستم سے محفوظ رہ سکا ہو۔ معاویہ کا
یہ حکم تھا کہ شیعیان علیؑ کو جہاں پاؤ پکڑ لاؤ۔ جو لوگ فضائل ومناقب
عثمان بیان کریں ان کی عزت کرو اور ان کے نام میرے پاس لکھ کر
بھیجو (کتاب الاحداث امام ابوالحسن علیؑ بن محمد)
یہ تو کوفہ کی آبادی پر ستم ڈھائے گئے اب بصرہ کے شیعوں کا حال سنو۔
زیاد ابن ابیہ سمرہ ابن جندب کو اپنی جگہ چھوڑ کر کوفہ سے بصرہ
کی جانب آیا اور اس کے پیچھے سمرہ ابن جندب نے بصرہ اندر بیرون
بصرہ کے آٹھ ہزار آدمیوں کی گردن ماری۔ ان بیچاروں میں ۴۸ آدمی
حافظ اور قاری قرآن تھے اور سوائے محبت علیؑ کے اور کوئی گناہ
ان کا نہ تھا جس شخص پر ذرا بھی شیعہ علیؑ ہونے کا گمان ہو جاتا تھا۔
فوراً اس کی گردن ماری جاتی۔ (کتاب الاحداث)
یہ صرف دو شہروں کے شیعوں کا مختصر سا حال تھا۔ ورنہ اسلامی
حکومت میں کوئی ایک جگہ بھی ایسی نہ تھی جہاں کوئی شیعہ امن وامان کی

بجرم

نظر نہ آئی تو آبادی چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے

اور پہاڑوں کے دروں اور میدانوں کے گڑھوں میں اپنے کو چھپا

معاویہ نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ایک اور حکم اس مضمون کا

اپنی قلمرو میں جاری کیا۔

جس شخص کو تم علی کا دوست پاؤ بیت المال سے اس کے

ساتھ کسی قسم کا سلوک روا نہ رکھو اس کا وظیفہ بند کر دو۔ ایسے شخص

کے متعلق گواہ سننے کی بھی ضرورت نہیں ہے تم اس کا سر تن سے

جدا کر دو۔ (کتاب الاحداث)

دیکھا! محبت علیؑ معاویہ کے نزدیک وہ عظیم الشان جرم تھا کہ اس کے

لیے کسی گواہ کی بھی ضرورت نہ تھی۔ اس حکم کی تعمیل میں غریب شیعوں

کی جان پر کیا گزری اس کا مختصر حال بھی سن لو۔

جب معاویہ کا یہ حکم پہنچا تو اس کے حکام شیعیان علیؑ کے قتل

پر کمر بستہ ہو گئے اور بہت سے لوگوں کو محض تہمت کی بناء پر تلوار کے

گھاٹ اتار دیا ان کے گھر لوٹ لیے۔ بے سوچے سمجھے جس کو چاہتے

تھے محبت علیؑ کے جرم میں قتل کروا دیتے تھے۔ شیعیان علیؑ اس درجہ

خائف ہو گئے تھے کہ جب باہم گفتگو کرتے تھے تو بڑی احتیاط سے

غلاموں اور کنیزوں سے اپنی باتوں کو چھپاتے تھے۔ ان کو قسمیں دیتے تھے کہ کسی کے سامنے ان کی شیعیت کا اظہار نہ کریں۔ (تاریخ اسلام جلد ۲ باب ۳ والامام ابوالحسن و صحیح مسلم باب الفتن)

مجھ میں نہیں آتا کہ اس سے بڑھ کر کسی قوم کی تباہی و بربادی اور کیا ہوگی۔ امیر کوئی ستم پیشہ اس سے زیادہ اپنے ظلم و جور کا مظاہرہ اور کیا کر سکتا ہے دوستانِ اہلبیت کی ایذا رسانی کے متعلق معاویہ نے کوئی امکانی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا وہ اس بیکس گروہ کے لیے ایک ایسا خونخوار درندہ تھا جس کے دل میں رحم کا نام ہی نہ تھا۔

اس ظالم نے عداوتِ علی کی آگ میں ایسی ایسی برگزیدہ ہستیوں کو فنا کیا جن کی قوتِ ایمانی اور تقرب یزدانی کا ایک جہاں معترف تھا جناب حجر ابن عدی عمرو بن حمق خزاعی میثم تمار جیسی مقدس ہستیوں کو جس بیدردی سے اس درندہ صفت انسان نے ہلاک کرایا اس کی نظیر دنیا میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ ہم ذیل میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا وہ خط نقل کرتے ہیں جو آپ نے حجر بن عدی کے قتل کے متعلق معاویہ کو لکھا تھا۔

کیوں اے معاویہ کیا تو حجر ابن عدی کا قاتل کندہ میں سے تھے

قائل نہیں ہے اور کیا تو ایسے لوگوں کی گردن مارنے والا نہیں ہے جو
اس امت کے پارسا اور عبادت گزار لوگ تھے۔ جو لوگ دین میں
بدعت کو گناہ عظیم جانتے تھے اور راہ خدا میں وہ کسی ملامت کرنے والے
کی ملامت سے ذرہ بھر خوف نہ کرتے تھے۔ تو نے ایسے لوگوں کو اپنے
ظلم کی بنا پر ہلاک کرا دیا۔ باوجودیکہ تو ان لوگوں کو امان دے چکا تھا
اور اس بات پر تو نے سخت عہد و پیمان بھی کئے تھے لیکن پھر بھی تو
اپنے ظلم سے باز نہ رہا۔ بتا تو نے ان کے خلاف ایسی کیا بات پائی جسے
ان کے قتل کے مباح ہونے کا سبب قرار دے سکے۔

ان واقعات کو پڑھ کر ہر شخص اس کا اندازہ کر سکتا ہے کہ معاویہ کی
ابتدائی سلطنت سے لے کر واقعہ کربلا تک کتنے شیعیان علی علیہ السلام
اور دوستداران اہلبیتؑ کے خون ناحق بہائے گئے اور اس ظالم ترین
قوم کے ہاتھوں ان بیچاروں کی جانوں پر کیسے کیسے مصائب نازل ہوئے
ہوں گے معاویہ کے ایفائے وعدہ اور تعمیل شرائط کے اصلی اور معتبر حالات
اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس کیرکٹر کا انسان تھا جس نے
شرائط صلح نامہ پر مسلمانوں کے بھرے مجمع میں حلف کیا ہو اور پھر ایسے
واقعات اس سے ظہور میں آئے ہوں ایسے شخص کو ایمان کے کسی درجہ

اسی سلسلہ میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اُن انتظامات کو بھی بالاختصار بیان کر دیں جو معاویہ نے فضائل و مناقب اہلبیت کے چھپانے، گھٹانے اور ان کو صفحۂ روزگار سے مٹانے میں اپنی بیشمار دولت کو لٹا کر کئے تھے اس نے اپنی تمام قلمرو میں اس مضمون کے فرمان جاری کیے تھے کہ.

فضائل علی کو مٹاؤ اور مناقب و محامد عثمان کو بڑھاؤ اور دنیا میں مشہور کراؤ۔ جو لوگ علیؑ کے فضائل نقل کریں ان کو اپنے پاس تک نہ آنے دو۔ جو لوگ عثمان کے مناقب بیان کرتے ہوں ان کی عزت کرو۔ قدر کرو۔ ان کی مجلسوں میں جایا کرو۔ ان کو بڑے بڑے انعام دو۔ ایسے لوگوں کے اور ان کے باپ کے نام لکھ کر میرے پاس بھیجو تاکہ اس کے صلہ میں ان کو معقول انعام دیے جائیں۔

(کتاب الاحداث)

یہ حکم پاتے ہی جھوٹی احادیث بنانے کا دروازہ کھل گیا۔ ایمان فروشوں اور شکم پرستوں نے تھوڑے ہی دنوں میں جعلی حدیثوں اور نقلی روایتوں کا طومار باندھ دیا ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک تعداد پہنچ گئی۔ خزانہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور حدیث سازوں کے خوب ہاتھ پڑ رہے تھے واعظوں کی بن آئی تھی خطیبوں کے بھاگ کھل گئے تھے وہ جا بجا فضائل عثمان پر ان کو بڑے بڑے انعام ...

دیکھو سیکڑوں حدیثیں ہزاروں روایتیں یاد کیے اپنے شہر کے حاکم کو
سنانے اور لکھانے کے لیے دوڑا چلا جا رہا ہے۔ صبح سے شام تک وہ
تانتا بندھا ہے کہ ٹوٹتا ہی نہیں۔

چند ہی روز میں جب ان ایمان فروشوں نے شاہی خزانہ کا بہت بڑا
حصہ لوٹ لیا تو اب معاویہ بھی گھبرایا اور ان کی بڑھتی تعداد کو گھٹانے
کے لیے دوسری بار تمام قلمرو اسلام میں یہ حکم نامہ بھیجا۔

> فضائل عثمان میں اب حدیثیں بہت کثرت سے ہو گئیں پس
> سب لوگوں کو جمع کر کے ہمارا یہ حکم سنا دو کہ اب وہ فضائل صحابہ اور
> مناقب ابو بکر و عمر کی طرف مصروف ہوں۔ اگر کوئی ایک حدیث بھی
> فضائل علیؑ میں پائی جائے تو جب تک ویسی ہی حدیث فضائل صحابہ
> میں تیار نہ کر لیں چین سے نہ بیٹھیں۔ یہ امر مجھے نہایت محبوب و مرغوب
> ہے اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ شیعوں کی دلیلوں
> کی قطع و برید مجھے بہ نسبت فضائل عثمان کے زیادہ پسند ہے۔

حدیث ساز فرقہ یہ حکم سنتے ہی اپنے سانچے بدل دوسری قسم کے
سکے ڈھالنے لگا۔ بیکاروں کو اچھا خاصہ کاروبار ہاتھ لگا۔ گھر بیٹھے
روزی کمانے کا ذریعہ ہاتھ آیا اب کیا تھا بات کہتے لاکھوں جعلی روایتیں
... تیار ہو گئیں ... قال رسول اللہ کی ... طبیعت ...

لگا مارا۔ ایک ایک آدمی صبح سے شام تک پانچ پانچ سو اشرفی کما لیتا تھا۔ اس کاروبار کے سامنے دنیا کے کاروبار پٹ ہو گئے۔ سب بقالوں نے اپنی دکانیں بند کر کے اسی مفید تجارت کی طرف رخ کیا۔ جو تازی تازی حدیثیں بن کر آتی تھیں خطیب ان کو منبروں پر بیان کرتے تھے محدثین و مفسرین و مورخین اپنی اپنی کتابوں میں درج کرتے تھے۔ پروپیگنڈا کرنے والے تمام ممالک اسلامیہ میں ان کو پھیلاتے تھے۔ یہ سب لوگ اپنے اپنے کام کے مطابق شاہی خزانے سے انعام پاتے تھے۔ یہ اندازہ کرنا بہت دشوار ہے کہ اس کوشش میں معاویہ نے کس قدر دولت لٹائی۔ ان جھوٹی روایتوں کو پھیلانے میں یہاں تک اہتمام کیا گیا کہ مدرسوں کے معلموں سے ان کو کورس کی کتابوں میں داخل کر کے لڑکوں کو سبقاً سبقاً پڑھانا شروع کیا۔ (ناسخ التواریخ)

یہ حدیثیں بنی امیہ کی سلطنت کے ہر زمانہ میں جاری رہیں۔ یہ جھوٹے سکے عام طور پر اسلامی قلمرو میں چلتے تھے اور کوئی ان پر انگلی نہ اٹھاتا تھا۔ ایسی حدیثوں کی وہ کثرت ہو گئی تھی کہ اس طوفان بے تمیزی کے دور ہو جانے کے بعد محدثین کو ان کی کاٹ چھانٹ کرنے میں بڑی سخت کوشش کرنا پڑی اور سچی اور جھوٹی حدیثوں میں تمیز کرنے کے لیے بڑی بڑی موٹی کتابیں لکھنا پڑیں لیکن باوجود اتنی محنتوں کے صحاح ستہ

تیسرے امام

ہیں جو علم حدیث کی سب سے زیادہ معتبر کتابیں مانی جاتی ہیں اِن میں کا

کافی ذخیرہ موجود ہے۔ پھر بھلا اور کتابوں کا کیا ذکر۔

۱۲۔ معاویہ کا کیریکٹر (چال چلن)

چونکہ واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام کو معاویہ سے بہت بڑا تعلق ہے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ مختصر طور پہ چند باتیں ان کے کیریکٹر کے متعلق اہلسنت کی معتبر کتابوں سے دکھا دیں۔

(۱) ابن عباس سے مروی ہے کہ حج تمتع حضرت رسولؐ خدا نے بھی کیا اور ابوبکر و عمر و عثمان نے بھی لیکن معاویہ نے اس کی ممانعت کی۔

(ازالۃ الخفا)

(۲) ابوبکر مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے زہری سے کہا تم جانتے ہو کہ عمر ابن مسعود اور عثمان ابن عفان مدت العمر لونڈیوں کا استبرا ایک حیض سے جانتے رہے مگر معاویہ نے دو حیض قرار دیئے۔

(ازالۃ الخفا)

(۳) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت رسولؐ خدا کے ساتھ تھے کہ گانے کی آواز آئی۔ فرمایا دیکھو یہ کون گا رہا ہے میں نے ادھر جو کیا دیکھا تو معاویہ اور عمرو عاص گا رہے ہیں۔ میں نے واپس آکر

حضرت سے یہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا اللہ! ان دونوں کو فتنہ میں اوندھے منہ ڈال دے اور ان کو جہنم میں ڈھکیل دے (مسند ابو یعلیٰ)

(۴) معاویہ ان لوگوں میں سے تھا جو غنا کو حلال جانتے ہیں۔ (ابوالفدا)

(۵) شریک بن عبداللہ سے کسی نے کہا کہ معاویہ نہایت حلیم تھے۔ اس نے جواب دیا وہ بیوقوفی اور حماقت کا مخزن تھا۔ جب حضرت علیؑ کے قتل کی خبر پہنچی تو وہ تکیہ لگائے بیٹھا تھا اٹھ کھڑا ہوا اور مارے خوشی کے سیدھا ہو گیا۔ لونڈی کو حکم دیا کہ کچھ گا۔ آج ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔ لونڈی نے اس مضمون کا شعر گایا۔ معاویہ ابن حرب سے کہدو کہ خدا شماتت کرنے والوں کی آنکھ کو کبھی ٹھنڈا نہیں کرتا۔ (محاضرات میں امام راغب نے اس کو نقل کیا ہے)

(۶) معاویہ شراب کو جائز سمجھتا تھا (مسند احمد حنبل)

(۷) سود کے حرام ہونے میں بھی معاویہ کو شبہ تھا۔ (صبح صادق مولوی نظام الدین)

(۸) معاویہ وہ شخص ہے جو سب سے پہلے صفا و مروہ کے درمیان سوار ہوا جس نے سب سے پہلے بنیذ (جو کی شراب) کو پیا۔ غنا کو سنا۔ پہلا شخص ہے جس نے مٹی کھائی اور اسے حلال قرار دیا۔ وہ برسر

بیٹھا ہوا اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لے رہا تھا کہ حضرت عائشہ نے حجرے سے سر نکالا اور کہا اے معاویہ! چپ رہ کیا شیخین نے اپنے بیٹوں کیلئے بیعت لی تھی؟ معاویہ نے کہا نہیں۔ انھوں نے کہا پھر تو کس کی پیروی کرتا ہے؟ معاویہ شرمندہ ہو کر منبر سے نیچے اُتر آیا اور عائشہ کے واسطے ایک گڑھا کھودا اس طریق پر کہ وہ اس میں گر کر مر گئیں (اوائل سیوطی)

(۹) معاویہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد اور اپنا خلیفہ اپنے بعد مقرر کیا۔ زبیر کا قول ہے کہ سب سے پہلے دفتر پر مُہر لگانا بھی اُسی نے نکالا۔ اسی نے سب سے پہلے مجوسیوں کی دو عیدوں نوروز[1] اور مہرجان[2] میں تحفے لینے دینے کا طریقہ جاری کیا۔ اسلام میں سب سے پہلے اسی نے اپنے لیے مردوں کو خصی کرایا۔ سب سے پہلے اُسی نے منبر کی سیڑھیاں بڑھائیں۔ اسی نے ایک بار یہ قصد کیا تھا کہ مدینہ سے آنحضرتؐ کے منبر کو اُکھاڑ کر شام میں لے جائے اور عصائے رسولؐ جو موذن مسجد کے پاس رہتا تھا وہ بھی اپنے ساتھ لے جائے (استیعاب علامہ عبدالبر)

(۱۰) معاویہ بیمار ہوا تو اُس کے پاس ایک طبیب آیا اور اس نے کہا کہ کوئی اندیشہ نہیں تم اچھے ہو جاؤ گے۔ پھر ایک عیسائی اس کے پاس آیا اور کہا میرے پاس ایک ایسا تعویذ ہے کہ جس کے گلے میں

ڈالا جاتا ہے وہ اچھا ہو جاتا ہے معاویہ نے وہ تعویذ لے کر گلے میں ڈال لیا پہلا طبیب پھر اس کے پاس آیا اور جب وہاں سے نکلا تو کہنے لگا معاویہ اب ضرور مر جائے گا چنانچہ اُسی رات کو مر گیا۔ لوگوں نے طبیب سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی کہ تم نے معاویہ کی موت پر قطعی حکم لگا دیا تھا۔ اس نے کہا مجھ سے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ معاویہ اُس وقت تک نہ مرے گا جب تک وہ اپنی گردن میں صلیب نہ لٹکائے گا جو تعویذ معاویہ کی گردن میں ہے وہ صلیب ہے اس لیے میں نے جانا کہ وہ مر جائے گا (محاضرات راغب اصفہانی)

(۱۱) تاریخ اعثم کوفی میں ہے۔

معاویہ جب تنہا رہ گیا تو مروان اس کے پاس آیا دیکھا کہ وہ صد درجہ پریشان ہے اور رو رہا ہے۔ پوچھا تمہارے رونے کا کیا سبب ہے۔ معاویہ نے کہا بہت سے نیک کام تھے جو مجھ کو کرنے چاہیئے تھے لیکن افسوس نہ کر سکا۔ اسی لیے رنجیدہ ہوں اور افسوس کر رہا ہوں۔ میں نے علیؑ کا حق لیا اور ان پر ظلم کیا اس کا خون کھائے جاتا ہے۔ حجر ابن عدی اور دوسرے صحابہ کو میں نے قتل کرایا۔ اس کے بدلہ میں خدا نے یہ بلا مجھ پر نازل کی ہے میں نے یہ سب باتیں یزید کی دوستی میں کیں۔ اگر اس کی محبت مجھ پر

غالب نہ ہوتی تو میں راہ راست سے نہ ہٹتا۔ اسی کی محبت نے

علیؑ کی مخالفت اور لڑائی پر آمادہ کیا۔ یہاں تک کہ اب دشمن

مجھ پہ ہنستے ہیں اور دوست مجھ سے رنجیدہ ہیں۔ اسی قسم کی باتیں

دیر تک کرتا رہا۔ پھر حکم دیا کہ یہاں سے کوچ کریں اور شام کو

روانہ ہوں۔ جب اپنے محل میں پہنچا تو مرض اس پر اور غالب

ہوا۔ روز رات کو پریشان خواب دیکھتا تھا اور ڈرتا تھا۔ ہذیان

بکتا تھا۔ پانی مانگتا تھا اور کسی طرح اس کی پیاس کم نہ ہوتی

تھی۔ اکثر غشی کی حالت طاری رہتی تھی۔ ایک بار جو ہوش میں

آیا تو کہنا شروع کیا۔ اے حجر ابن عدی میں نے تمہارے ساتھ

برا سلوک کیا اے عمرو بن حمق خزاعی میں نے تم پر ظلم کیا اے علیؑ

میں نے تمہارا حق غصب کیا خداوندا جو کچھ عذاب تو مجھے دے

میں اس کا سزاوار ہوں۔ یہ کہتا تھا اور زمین پر لوٹتا تھا۔

ان واقعات کے بعد ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ معاویہ کس

کیریکٹر کا انسان تھا اور اس کے زمانہ میں اسلام کی کیا درگت بنی تھی

جس شخص کی نظر میں اسلام و بانی اسلام کی کوئی وقعت نہ ہو وہ

اولاد رسولؐ کے حقوق کا کیا تحفظ کر سکتا تھا۔ صلح نامہ کے شرائط

ہم نے جن تین شرطوں پر روشنی ڈالنے کا وعدہ کیا تھا ان میں سے دو کے متعلق تو بیان کر چکے اب رہی تیسری شرط یعنی معاویہ جناب امام حسنؑ اور جناب امام حسینؑ اور دیگر اہلبیت رسولؐ کو ظاہری یا پوشیدہ طور سے کبھی نہ ستائے گا اور نہ کبھی ان سے عذر و مکر کرے گا اس کے متعلق کسی تصدیق یا شہادت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں عیاں را چہ بیاں امام حسنؑ کے ساتھ جو کچھ کیا اس کا مفصل حال ہم اس سلسلہ کی چوتھی کتاب میں لکھ چکے ہیں رہا امام حسین علیہ السلام کا معاملہ تو ان کے ساتھ وہ ہوا جو دنیا میں کسی کے ساتھ نہ ہوا ہوگا یزید کی بیعت کے سلسلہ میں ہمارے آئندہ بیان سے واضح ہو جائے گا کہ معاویہ نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مکر و دغا سے کام لیا۔

۱۳۔ یزید کی بیعت کے متعلق معاویہ کی پرزور کوششیں

یزید کی بیعت کا آغاز اس طرح ہوا کہ معاویہ مُغیرہ بن شعبہ کو جو کوفہ کا حاکم تھا معزول کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کی خبر مُغیرہ کو بھی لگ گئی وہ اس بات کو جانتا تھا کہ معاویہ کے دل میں سب سے بڑی آرزو یزید کی ولی عہدی کی ہے لہٰذا اس کو کوفہ کی حکومت پر مستقل رہنے کی ہوس نے

چنانچہ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں۔

مغیرہ کوفہ کا حاکم تھا معاویہ اس کو معزول کر کے سعید بن العاص کو حاکم بنانا چاہتا تھا۔ ابھی سعید کوفہ میں پہنچا بھی نہ تھا کہ مغیرہ دمشق میں جا پہنچا اور یہ چال چلی کہ اپنی کبر سنی کا بہانہ کر کے حکومت کوفہ سے استعفا پیش کر دیا۔ اس کے بعد یزید کے پاس پہنچا اور کہنے لگا تمام بڑے بڑے صحابہ وفات پا چکے جتنے باقی ہیں ان سب میں اور ان کی اولاد میں تو سب سے زیادہ عقلمند، فاضل اور امور سیاست کا ماہر و تجربہ کار ہے۔ ایسی صورت میں معاویہ تجھے اپنا ولی عہد کیوں نہیں بناتا اور لوگوں کو تیری بیعت پر کیوں نہیں آمادہ کرتا تاکہ تیرا خوف لوگوں کے دل میں جگہ پکڑے اور معاویہ کے بعد کسی کو تیرے بارے میں چون و چرا کا موقع نہ رہے۔ یزید نے کہا رہنے بھی دے یہ کام چلنے والا نہیں۔ مغیرہ نے کہا چلنے والا کیوں نہیں۔ کوشش شرط ہے کامیابی ہو کر رہے گی۔ مغیرہ سے یہ سن کر یزید اپنے باپ کے پاس پہنچا اور جو کچھ مغیرہ سے سنا تھا بیان کیا۔ معاویہ نے مغیرہ کو خلوت میں بلا کر پوچھا کہ یزید کے متعلق تیرا کیا خیال ہے اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تو اپنی زندگی میں

دیکھو عمر بن خطاب نے اس معاملہ کو مشورے پر چھوڑ دیا تھا کیسی مخالفت ظاہر ہوئی ۔ عثمان کو اتنا موقع نہ ملا کہ کسی کو اپنا ولی عہد بنائیں معاویہ نے کہا سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ معاملہ کیونکر انجام کو پہنچایا جائے ۔ مغیرہ نے کہا زیادہ دقت کوفہ و بصرہ میں ہوگی پس میں کوفہ میں (یہی خاص مطلب تھا) اور زیاد بصرہ میں موجود ہے اس معاملہ کو خاطر خواہ ٹھیک کر لیں گے تو بالکل مطمئن رہ معاویہ نے کہا بس تو کوفہ تیرا ہے جا اور اپنا کام کر۔ مغیرہ کا کام باتوں میں نکل گیا ۔ وہ خوش خوش کوفہ کی طرف لوٹا اور یہاں آتے ہی یزید کی بیعت لینے کا کام شروع کر دیا ۔ خزانہ کا منہ کھول دیا اور بیعت کرنے والوں پر بے دریغ روپیہ صرف ہونے لگا دس شخصوں کو تین تین ہزار روپیہ کا لالچ دے کر یزید کی بیعت پر راضی کر لیا اور اپنے بیٹے موسیٰ کے ساتھ ان سب کو دمشق روانہ کیا تا کہ معاویہ کے سامنے اقرار کریں۔

اس بیان سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یزید کی بیعت کا سلسلہ پہلے کوفہ سے شروع ہوا لیکن ایسا نہیں ہے معاویہ چونکہ برسوں سے اس خیال میں تھا لہذا اس کی ابتدا اس نے شام میں کی تھی ۔

تیس چالیس برس سے مطیع و فرمانبردار بنتے چلے آرہے تھے اور ایسے کہ معاویہ کی جلالت و عظمت کے سامنے نہ خدا کی اطاعت کوئی چیز تھی نہ رسولؐ کی۔ ایسے لوگوں سے بعیت یزید کا اقرار لینا کون بڑی بات تھی۔

اہل شام سے بعیت لینے کے لیے اس نے یہ عمل کیا کہ سب سے پہلے سعید بن العاص، حصین ابن نمیر اور ضحاک بن قیس جیسے سربرآوردہ لیڈروں کو پہلے اپنا ہم خیال بنایا پھر ایک جلسہ عام کرکے جس میں عراق کے بھی بڑے بڑے لوگ شامل تھے بر سر منبر پہلے تو یزید کے بہت سے اوصاف بیان کیے پھر اس کی بعیت کی تحریک پیش کی۔ ملی بھگت تو تھی ہی یار لوگ فوراً ہی تائید کے لیے کھڑے ہوگئے۔ سب سے پہلے ضحاک بن قیس نے یزید کے بہت سے فضائل بیان کرکے اپنی بعیت کا اعلان کیا پھر سعید بن العاص نے یزید کی تعریفوں کے پُل باندھے اور بعیت کی اس کے بعد حصین نے بھی یہی عمل کیا۔ اب کیا تھا ان کی دیکھا دیکھی دھڑا دھڑ بعیت ہونے لگی۔

اگرچہ اس کے بعد معاویہ کو اہل شام کی طرف سے اطمینان ہوجانا چاہیے تھا لیکن ایک دھڑکے کی وجہ سے ایسا ہوا نہیں۔ شام میں خلافت کے دو دعویدار اور بھی تھے۔ ایک سعید بن عثمان دوسرے عبدالرحمن بن خالد بن ولید جب اس کو یہ خبر لگی کہ یہ لوگ بعیت یزید سے ناراض ہیں

اور اہل شام کے سامنے اپنے اوصاف بیان کر کے استحقاق خلافت ظاہر کرتے ہیں تو اس کو ان کی طرف سے کھٹکا پیدا ہوا۔ عبدالرحمن ابن خالد چونکہ برسوں سے حمص کا حاکم تھا لہٰذا تمام حمص والے اس کی خلافت پر متفق تھے۔ دوسرے اس کے والد خالد ابن ولید کا چونکہ لوگوں پر کافی اثر تھا اس لیے اور بہت سے لوگوں کی طرف سے بھی اس کی موافقت کا اندیشہ تھا۔ لیکن معاویہ کی چالاکی کے سامنے یہ سب باتیں ہیچ تھیں اتفاق سے عبدالرحمٰن بیمار ہوا معاویہ نے اس کے طبیب کو جو یہودی مذہب کا تھا بہت سا لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ دوا میں زہر گھول کر دے دے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور عبدالرحمٰن چند گھنٹوں کے اندر تڑپ تڑپ کر ختم ہو گیا (استیعاب عبدالبر کی) جب اس مدعی خلافت کی طرف سے پورا اطمینان حاصل ہو گیا تو اب امیر صاحب دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ سعید بن عثمان کی قسمت اچھی تھی کہ معاویہ کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر اس نے بیعت یزید کا اقرار کر لیا ورنہ زہر کی پڑیا اس کے لیے بھی تیار تھی۔ اس ایمان فروشی کے بدلہ میں امیر صاحب نے اس کو خراسان کی حکومت عطا فرمادی اور زیاد ابن ابیہ کو لکھ دیا کہ اسے چالیس لاکھ درہم بطور انعام دیدیے جائیں۔ (اعثم کوفی مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۳۱)

القصہ جب اہل شام کی طرف سے معاویہ کو اطمینان ہو گیا تب اُس نے اِس تحریک کو اور آگے بڑھانا شروع کیا۔ مغیرہ بن شعبہ تو کوفہ میں یہ خدمت انجام دے ہی رہا تھا اس کی طرف سے تو پورا اطمینان تھا اب رہا بصرہ اس کا حاکم زیاد بن ابیہ تھا اس کے نام بھی اس بارے میں حکم نامے جاری ہوئے مگر وہ یزید کے زیادہ موافق نہ تھا لیکن اتفاق کی بات کہ وہ اسی زمانہ میں مرض طاعون میں مبتلا ہو کر مر گیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن زیاد بصرہ کا حاکم مقرر ہوا۔ وہ محبت یزید میں سر سے پیر تک شرابور تھا اس نے بہت جلد تمام اہل بصرہ کو بیعت یزید پر راضی کر لیا۔ اب رہا عراق سو اس میں بیعت یزید سے انکار کرنے والا کون۔ شیعیان علیؓ میں سے جو لوگ خلاف تھے ان کی خوب خوب خبر لی گئی۔ قتل کیے گئے، سولی دیے گئے درختوں میں لٹکائے گئے اندھے کیے گئے۔ شہر بدر کیے گئے۔ غرضکہ پورے ظلم و تعدی کے ساتھ بیعت یزید کا اقرار یہاں بھی لے لیا گیا۔

جب عراق کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) میں بھی یہ وبا پھیلنی شروع ہوئی۔ مروان کو جو اس وقت مدینہ کا حاکم تھا لکھا گیا کہ وہاں کے لوگوں کے خیالات سے جلد اطلاع دے مروان نے اس تحریک کو جب اہل مدینہ کے سامنے پیش کیا تو بعض نے

قطعی انکار کر دیا اور بعض نے سکوت اختیار کیا۔ روضۃ الصفا میں اس واقعہ کی کیفیت یوں درج ہے۔

معاویہ نے مروان کو ایک خط میں لکھا کہ اہل مدینہ کو بیعت یزید پر راضی کر۔ اور عبداللہ بن عمر کے لیے اس نے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ جب قاصد مدینہ پہنچا اور اس مال کو عبداللہ بن عمر کے سامنے پیش کیا تو پہلے تو انھوں نے قبول کر لیا لیکن جب بعیت یزید کا حال سنا تو لینے سے انکار کر دیا اور کہا بھئی! میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میرا ایمان ایک لاکھ درہم میں سستا ہے۔ مروان نے معاویہ کو لکھا کہ مدینہ کے لوگ عبداللہ بن عمر کے معتقد ہیں وہ کہتے ہیں جب تک ہمارا پیشوا بعیت نہ کرے گا ہم بھی نہ کریں گے۔ اس کے علاوہ عائشہ کہتی ہیں کہ معاویہ نے یہ بدعت کی ہے کیونکہ ابوبکر و عمر نے خلافت اپنی اولاد کو نہیں دی یہ رسم تو ایران و روم کے بادشاہوں کی یا جابر و ظالم لوگوں کی ہے۔

مروان کا یہ خط پڑھ کر معاویہ نے کچھ عرصہ تک تو خموشی اختیار کی۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر یزید کو حج کے ارادہ سے مکہ بھیجا اور وہاں سے مدینہ جانے کی فہمائش کر دی اور تاکید کر دی کہ دونوں جگہ خوب خوب بخشش اور انعام سے کام لینا تاکہ وہ تیرے احسان سے گراں بار ہو کر انکار بیعت کی جرأت نہ کر سکیں۔ یزید نے معاویہ کے حکم سے حجاز کا سفر

اختیار کیا اور بڑے تزک و احتشام سے پہلے مکہ میں داخل ہوا پھر مدینہ میں اور وہاں کے لوگوں پر بے دریغ دولت صرف کی۔ اس کی سخاوت وجوانمردی کا گھر گھر چرچا ہونے لگا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جب یہ بات مشہور ہوئی کہ معاویہ یزید کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہے تو لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض شعرا نے اس کی ہجو میں اشعار پڑھنے شروع کیے اور بعض نے اس کی تعریف میں قصیدے پڑھے معاویہ کی یہ تدبیر اگرچہ پوری طرح تو کامیاب ثابت نہ ہوئی تاہم بہت سے لوگوں پر اثر قائم ہو گیا۔

اس کے بعد معاویہ نے عبداللہ بن زبیرؓ کو مکہ سے بلایا اور ان کی بڑی تعظیم و توقیر کی۔ مگر ابن زبیرؓ بھی بڑے چالاک و ہوشیار آدمی تھے وہ اس کی چکنی چپڑی باتوں میں کہاں آنے والے تھے۔ وہ جنگ جمل ہی کے وقت سے امیدوار خلافت بنے ہوئے تھے۔ معاویہ ان کو خوب پہچانتا تھا۔ اس نے گھما پھرا کر بہتیری کوشش کی کہ یہ بیعت یزید کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کر دیں مگر وہ ایسے کب تھے کہ ظاہری تعظیم و تکریم پر فریفتہ ہو کر بیعت یزید کے متعلق ہامی بھر لیتے اور ہمیشہ کے لیے حصول مقصد کا دروازہ بند کر دیتے۔ وہ یہی کہتے چلے گئے کہ مجھے اس معاملہ سے کوئی غرض نہیں۔ کھل کر مخالفت کرنے میں

چونکہ جان جوکھم تھی اس لیے گول مول باتیں کر کے بخیر و خوبی مکہ واپس آ گئے۔

ابن زبیر کے واپس آنے کے بعد معاویہ نے مروان کو اس مضمون کا پھر ایک خط لکھا۔

مصر و عراق و دمشق کے تمام سر برآوردہ لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے اور شام کے شرفاء بھی اس معاملہ میں ہمارے ہم خیال نظر آتے ہیں پس اب تو اہل مدینہ سے بھی یزید کی بیعت لینی بلا تعرض کر دے (روضۃ الصفا)

جب یہ خط مروان کے پاس پہنچا تو اس نے تمام صحابہ اور تابعین صحابہ کو جمع کیا اور منبر پر جا کر کہا۔

لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ امیر معاویہ اب کافی بوڑھے ہو گئے ہیں اب ان کو مسئلہ خلافت کے متعلق سخت تردد لاحق ہے۔ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ خدا بھی خوش ہو اور مسلمانوں کے بھی دلی اطمینان کا باعث ہو۔ وہ چاہتا ہے کہ اس معاملہ میں تمہاری بھی رائے حاصل کرے پس جو تمہاری رائے ہو اُسے بیان کرو۔

مسجد کے گوشوں سے آواز بلند ہوئی جو خدا اور بندوں کی خوشنودی کا باعث ہو ہم سب اس امر پر راضی ہیں۔ مروان نے کہا۔ جو شخص

اس کی ولی عہدی کی لائق ہے اور نہایت نیک سیرت، بامروت اور صاحب انصاف وسیاست اور خلفائے راشدین کے قدم بقدم چلنے والا ہے وہ اس کا بیٹا یزید ہے ۔ یزید کا نام سنتے ہی اور لوگ تو خاموش ہوگئے لیکن عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو غصہ آگیا۔ انھوں نے کہا۔ اے مروان! تو جھوٹ بکتا ہے اور وہ شخص بھی جھوٹا ہے جس نے تجھے ایسا بیان کرنے کا حکم دیا ہے یزید ہرگز ان صفات کا انسان نہیں جو تو نے بیان کیں۔ میں اس کی خلافت پر راضی نہیں ہوں مروان کو یہ سن کر غصہ آگیا اور کہنے لگا لوگو یہ کلام وہ شخص کر رہا ہے جس کی شان میں خدا نے یہ آیۃ نازل کی ہے والذی قال لوالدیہ اُفٍّ لکما۔ یہ سُن کر عبدالرحمٰن کا غصہ اور زیادہ بڑھا اور کہا اے مروان اب تیری جرأت اس حد تک پہنچ گئی کہ اس آیتِ قرآنی کو میری بابت بیان کرنے لگا۔ تو وہی شخص تو ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے تجھ کو اور تیرے باپ کو شہر سے باہر نکال دیا تھا یہ کہہ کر بڑھے اور مروان کا پیر پکڑ کر کھینچا اور کہا اے دشمنِ خدا منبر سے نیچے اُتر کہ تو اس پر بیٹھنے کا سزاوار نہیں ۔ بہت سے بنی امیہ بھی مسجد میں موجود تھے انھوں نے چاہا کہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو ہلاک کردیں جب عائشہ کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت سی عورتوں کو لے کر مسجد میں

پہنچا اور کہنے لگا۔ اے ام المومنین میں تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں
کہ جو حق بات ہو وہ بیان کرو۔ انھوں نے کہا میں سچی بات کے سوا
اور کچھ نہ کہوں گی۔ میں اس بات پر بہت سی گواہیاں پیش کر سکتی
ہوں کہ حضرت رسولؐ خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ پر لعنت کی ہے
تو طرید (نکالا ہوا) ابن طرید ہے۔ تو میرے بھائی کے ساتھ کیوں
اس قسم کی گفتگو کرتا ہے (روضۃ الصفا)

اس واقعہ سے مروان کیا تمام بنی اُمیہ میں ایک غیر معمولی جوش پھیل گیا اور اس کے متعلق ہر شخص نے علیحدہ علیحدہ لکھ کر معاویہ کو اطلاع دی۔ ان خطوط کو پڑھ کر معاویہ کو سخت اضطراب لاحق ہوا اور اس نے یہ رائے قائم کرلی کہ مکہ و مدینہ میں بیعت یزید کا مسئلہ بغیر دام تزویر بچھائے سطے نہ ہوگا اور اس کے لیے وہاں جانے کی ضرورت ہے۔

اسی دوران میں معاویہ کے پاس ایک اور خط مروان حاکم مدینہ کا بایں مضمون پہنچا۔

مجھے یہ خبر ملی ہے کہ عراق اور حجاز کے سرداروں کی ایک جماعت
امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بہت آتی جاتی ہے۔ لوگوں کا

سے یہ معلوم ہوا کہ ابھی تو وہ حصول خلافت کا ارادہ نہیں رکھتے۔
البتہ تیرے بعد جو خلیفہ ہوگا اس کی طرف سے مجھے اطمینان نہیں۔
اس معاملہ میں اب جو آپ کی رائے ہو اس سے مطلع فرمائیے۔

اس خط کو پڑھ کر معاویہ نے ایک خط امام حسین علیہ السلام کو اس مضمون کا لکھا۔

"آپ کی نسبت مجھے ایسی ایسی خبریں ملی ہیں۔ اگر یہ صحیح ہیں تو میری رائے میں آپ ان ارادوں کو ترک کر دیجئے۔ انسان کو لازم ہے کہ جس کسی کے ساتھ کوئی عہد کرے اُسے پورا کرے۔ اور اگر یہ خبریں صحیح نہیں ہیں تو آپ بالکل بری الذمہ ہیں۔ آپ کو اپنے معاہدہ پر قائم رہنا چاہیئے۔ اگر آپ میرے حقوق سے انکار کریں گے تو میں بھی ضرور آپ کے حق سے انکار کروں گا۔ اگر آپ میرے ساتھ چال چلیں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ چال چلوں گا۔ آپ ان امور سے ضرور پرہیز کریں جس سے مسلمانوں کی جماعت میں کوئی تفرقہ پڑے اور فتنہ پیدا ہونے کا باعث ہو۔ آپ عوام الناس کو بخوبی پہچان چکے ہیں اور اُن کی آزمائش بھی کر چکے ہیں لہٰذا امت محمدیہ کی رعایت اور اپنی جان اور اپنے دین کی حفاظت پر آپ کو آمادہ رہنا چاہیئے

اگرچہ اس خط میں معاویہ نے بہت کچھ ڈرایا دھمکایا تھا لیکن خاصان خدا ایسی باتوں سے اپنا فرض منصبی کہاں چھوڑ سکتے ہیں۔ حضرت امام حسینؑ نے اس خط کا دنداں شکن جواب اس طرح لکھا۔

تیرا خط آیا جس میں تو نے میری طرف سے اپنے لیے ان مخالفتوں کا ذکر کیا ہے جن کی مجھ کو امید نہ تھی۔ تجھ کو جاننا چاہیئے کہ نیکیوں کے دروازے بغیر حکم خدا کے نہ کبھی کھلتے ہیں نہ بند ہوتے ہیں۔ تو نے میری نسبت جو کچھ لوگوں سے سُنا ہے وہ سراسر جھوٹ اور تہمت ہے۔ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ فی الحال مجھ کو تجھ سے کوئی مخالفت و مخاصمت نہیں ہے لیکن یہ سمجھ لے کہ تجھ سے مخاصمت کا ترک کرنا میرے لیے خوشنودی کا باعث نہیں اور اس ترک مخالفت کی وجہ سے مجھ کو اور تیرے اُن معاونوں کو جو دوستداران شیاطین اور لشکر شیاطین میں شمار کیے جاتے ہیں کوئی حق یا عذر پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیوں اے معاویہ! کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس نے حجر بن عدی کندی کو قتل کیا اور ایسے شخصوں کو جو اُمت میں پرہیز گار اور عبادت گزار شمار ہوتے تھے اور ظلم کو بدعت سمجھتے تھے اور راہ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرتے تھے تو نے بیجرم و قصور قتل کیا حالانکہ ان کی

مضبوط وعدے کئے تھے۔ بغیر اس کے کہ یہ لوگ تیرے ملک میں کوئی فتنہ برپا کریں تو نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ کیوں اے معاویہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس نے عمرو بن حمق الخزاعی کو قتل کیا جو حضرت رسول خدا کے صحابی تھے اور ایسے نیک آدمی تھے کہ کثرت عبادت نے ان کے جسم کو گھلا دیا تھا۔ ان کی قوتوں کو زائل اور ان کے رخساروں کو زرد رنگ بنا دیا تھا۔ تو نے ان کو امان کی تحریر دی تھی اور پکا وعدہ کیا تھا وہ تیرے ایسے اقرار تھے کہ انسان کا کیا ذکر اگر جانوروں سے بھی کیے جاتے تو وہ بھی اپنے آشیانے چھوڑ کر تیرے پاس چلے آتے۔ لیکن پھر بھی تو نے اپنے وعدے کے خلاف کیا اور اس بے گناہ کو قتل کر ڈالا اے معاویہ! کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس نے زیاد بن سمیہ کو جو بنی ثقیف کے غلاموں میں سے ایک غلام کا بیٹا ہے اپنا بھائی بنا لیا اور اس کو ابو سفیان کا بیٹا قرار دے لیا۔ حالانکہ موافق حدیث رسول بچہ تو اس کا ہوتا ہے جس کی جورو ہو اور زناکار کی سزا پتھر ہے۔ تو نے اپنی خود غرضی کی وجہ سے سنت رسول کو ترک کیا اور ثقفی غلام کے بیٹے کو اپنا بھائی بنا کر عراقین کی حکومت اُسے عطا کر دی۔ اس نے مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں

جسموں کو درختوں پر لٹکایا گویا تو امت اسلامیہ میں داخل نہ تھا اور یہ لوگ

مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے اے معاویہ! کیا تو وہ شخص نہیں ہے

جس نے زیاد بن سمیہ کو یہ حکم بھیجا تھا کہ جو شخص طریقۂ علیؑ پر پایا جائے

اس کو قتل کر ڈالو اور شیعیان علیؑ میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔

خدا کی قسم علی علیہ السلام نے بحکم خدا تجھ کو اور تیرے باپ بھائی کو اپنی

تلوار کے نیچے رکھا۔ اسی حسد و عداوت کی بنا پر تو نے مسند خلافت کو غصب

کرلیا۔ تو نے جو اپنے خط میں یہ تحریر کیا ہے کہ اپنے نفس اور اپنے دین

کی نگرانی کیجئے اور اُمتِ محمدیہ میں تفرقہ نہ ڈالئے تو میرے علم و یقین میں

تیری حکومت سے بڑھ کر کوئی دوسرا فتنہ اس امت کے لیے نہیں

ہے اور تمام اُمت کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نافع نہیں کہ میں تیرے

ساتھ جہاد کروں۔ اگر میرا یہ مقابلہ اور مقاتلہ انجام پا گیا تو قربت خدا کا

شرف حاصل ہوگا اور اگر میں اس میں پہلوتہی کروں تو مجھ کو اس کیلئے

استغفار کرنا چاہیئے اور یہ جو تو نے لکھا ہے کہ اگر آپ میرے حقوق کا انکار

کریں گے تو میں بھی آپ کے حق کا انکار کروں گا۔ اور اگر میرے ساتھ

چال چلیں گے تو میں بھی چال چلوں گا۔ پس افسوس ہے تجھ پر یہ

مجھ کو تیرے متعلق یہ پورا یقین ہے کہ تیرے مکر سے دنیا میں کسی کو

جہالت سوار ہے اور تو نقض عہد پر حریص ہو گیا ہے ۔ اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں تو نے اپنے کسی ایک وعدے کو بھی پورا نہیں کیا اور تو نے صلح کے بعد اپنے وہ تمام عہد و پیمان توڑ دیے جن پر تو نے کثرت سے سخت قسمیں کھائی تھیں تو نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کرا دیا جن کا جرم اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ وہ ہماری محبت کا دم بھرتے اور ہمارے فضائل بیان کرتے تھے ۔ تو نے ان لوگوں کو شاید اس وجہ سے قتل کرایا کہ اگر تو مر جائے اور وہ لوگ زندہ رہ جائیں تو شمشیر آبدار کی لذت چکھنے سے محروم رہ جائیں گے اے معاویہ آگاہ ہو کہ روز حساب بہت جلد آنے والا ہے اور بدلہ لینے والے خدا کے پاس ایسی جامع کتاب ہے کہ دنیا کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا گناہ ایسا نہیں جو اس میں درج نہ کیا جاتا ہو ۔ خدا تیری ان حرکتوں کو خوب دیکھتا ہے کہ تو نے نیک بندوں پر تہمتیں لگائی ہیں ان کو قتل کرایا ہے ۔ ان کو جلا وطن کیا ہے ۔ تو اپنے بیٹے یزید کے لئے جو شراب خوار اور کتوں سے کھیلنے والا ہے لوگوں سے بیعت لیتا ہے بیشک تو نے اپنے نفس کو سخت نقصان میں ڈالا ہے اور اپنے دین کو ہلاک کیا ہے اور اپنی رعایا کو مضطرب الحال بنایا ہے اور اپنی امانت و دیانت کو خراب کیا ہے

پرہیزگاروں کو ڈراتا ہے صرف اس لیے کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ (منقول از ذبح عظیم)

اس تحریر کے بعد معاویہ کو پورا پورا یقین ہو گیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اس کے قابو میں آنے والے نہیں۔ پس اس نے خود حرمین شریفین کا قصد کیا اور بڑے تزک و احتشام سے پہلے مدینہ میں داخل ہوا۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ پہلے اس کی ملاقات امام حسین علیہ السلام سے ہوئی معاویہ نے ان کو دیکھتے ہی کہا۔ خدا تمھیں خوشی نصیب نہ کرے تم اس بدن کی مانند ہو جس کا خون جوش میں آیا ہو۔ خداوند عالم تمھارا خون بہائے گا۔ جب عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگا۔ تم بڈھے ہو گئے ہو اور تمھاری عقل زائل ہو گئی ہے۔ بے عقلی کے آثار تم میں نمایاں ہیں۔ اسی طرح کی باتیں اس نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے بھی کہیں۔

اس عبارت سے معاویہ کی برہمی مزاج اور شوریدہ سری کا پورا پتہ چلتا ہے وہ غصّہ میں ایسا بھرا ہوا تھا کہ مینہ کی طرح برس پڑا اس نے فرزند رسولؐ کی شان میں جیسی کچھ گستاخی کی وہ اوپر کی

کہ اے معاویہ خاموش ہو۔ ہم ایسی بیہودہ گفتگو کے اہل نہیں۔ معاویہ نے کہا۔ تم ایسی ہی باتوں کے اہل ہو تم وہ کام کرنا چاہتے ہو جو خدا نہیں چاہتا۔ اور خدا کا جو ارادہ ہے وہ ظاہر ہو کر رہے گا۔

(روضۃ الصفا)

اگرچہ معاویہ نے رسول زادے کی توہین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا مگر پھر حسینؑ حسینؑ ہی تھے اور معاویہ معاویہ ہی تھا۔ چاند پر خاک ڈالنے سے اس کی ضیاباری میں فرق نہیں آسکتا۔ معاویہ خودغرضی اور عداوت کی آگ میں از سر تا پا جل رہا تھا ایسی حالت میں اسکی گفتگو ایک مجنون کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

بہرحال اشراف مدینہ سے جو کچھ گفتگو ہوئی اس کو تو ہم لکھ چکے۔ اس کے بعد انصار سے بات چیت کا موقع آیا لیکن انھوں نے بھی کھری کھری سنائیں مگر معاویہ اپنے ارادہ سے باز آنے والا کہاں تھا بیعت یزید کی سلسلہ جنبانی شروع کر ہی دی مگر یہ چاروں حضرات (امام حسینؑ، عبدالرحمٰن بن ابوبکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر) جن سے پہلی ہی ملاقات میں اس سختی سے پیش آیا تھا قطعاً قابل اعتنا نہ سمجھے گئے۔ یہاں تک کہ جب انھوں نے اس سے ملنا چاہا تو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔

معاویہ کے انتہائی غیظ و غضب کو دیکھ کر ان حضرات نے مدینہ میں قیام کرنا مصلحت نہ سمجھا اور فوراً مکہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ یہ لوگ معاویہ کی ظلم پسند طبیعت سے اچھی طرح واقف تھے لہٰذا اس کے مظالم سے بچنے کی صرف یہی صورت تھی کہ وہاں سے ہٹ جائیں۔ جب تک یہ لوگ مدینہ میں موجود رہے معاویہ نے لب نہ ہلایا۔ ان کے جاتے ہی اس نے میدان خالی پا کر اپنی کارروائی شروع کر دی مسجد رسول میں تمام لوگوں کو جمع کر کے شد و مد سے ذیل کا خطبہ پڑھا۔ (اعثم کوفی)

لوگو! میں نہیں جانتا کہ اس زمانہ میں خلافت و امارت کے لیے کوئی شخص میرے بیٹے یزید سے زیادہ لائق اور زیبا ہے کیونکہ اس میں ایسے فضائل موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں پائے جاتے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری ایک جماعت اس سے ناراض ہے اور وہ عیب اس میں دکھا رہی ہے جو اس میں نہیں پائے جاتے۔ جب تک میں ان کی خبر نہ لوں گا اور میری طرف سے کوئی بلا ان پر نازل نہ ہو گی وہ ہرگز اس خیال سے باز نہ آئیں گے۔ اگر حسینؑ بن علیؑ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر نے بیعت یزید کر لی تب تو خیر ورنہ میں ان کے ساتھ وہی کروں گا جو مجھے کرنا چاہیے۔

اس قسم کی بہت سی باتیں کہیں اور بیحد ڈرایا اور دھمکایا۔ پھر منبر سے اُترا اور اپنے مقام پر واپس گیا۔

معاویہ نے اپنی اس تقریر میں اہل مدینہ کو اپنی شوکت سلطنت سے جس قدر ڈرایا دھمکایا ہے وہ ظاہر ہے۔ اس تہدید کا مدینہ کے لوگوں پر کسی قدر اثر ضرور ہوا لیکن پھر بھی انھوں نے بعیت یزید پر اپنی رضامندی کھُلے لفظوں میں ظاہر نہ کی۔

علاوہ امام حسینؑ اور عبدالرحمٰن وغیرہ کے مدینہ میں کچھ اور بھی با اثر لوگ تھے معاویہ نے چاہا کہ ان کو اپنے قابو میں لاکر بعیت یزید کے معاملہ کو کامیاب بنالے لہٰذا اس نے سب سے پہلے عبداللہ بن عباس کو جو قبیلۂ بنی ہاشم میں کسی قدر با اثر تھے خلوت میں بلاکر بات چیت شروع کی جس کو صاحب روضۃ الصفا نے اس طرح بیان کیا ہے۔

جب عبداللہ بن عباس آئے تو معاویہ نے ان کی بڑی تعظیم کی اور کہا ہم نے بنی ہاشم سے ہمیشہ اپنے تعلقات کو قائم رکھا ہے کیونکہ ہم سب پسران عبدمناف ہیں۔ ایک ہی چھاتی سے ہم نے دودھ پیا ہے ایک ہی چمن میں نشو و نما پائی ہے۔ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں۔ اگر ہمارے دلوں میں کوئی کدورت پیدا ہوتی ہے تو محض ملکی معاملات کی وجہ سے۔ اس سے پہلے جب جھگڑا ہوا کا تعلق

قبیلہ رتیم و عدی (ابوبکر و عمر) سے تھا ہم سب اس پر راضی تھے۔ کسی قسم کی مخالفت کا تم نے اظہار نہ کیا۔ جب عثمان قتل کیے گئے تب بھی کوئی تغیر تم میں پیدا نہ ہوا۔ اس کے بعد بہت سے جھگڑے قصے ہوکر سلطنت میری طرف آئی۔ میں نے تمہارے معاملہ میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تمہارے مراتب بڑھانے میں پوری کوشش سے کام لیا۔ بخششوں کے دروازے تم پر کھولے تمہیں مال و دولت سے بہرہ مند کیا۔ لیکن باوجود اس کے میں تمہاری طرف سے دوستی اور موافقت کو نہیں دیکھتا بلکہ الٹی مخالفت نظر آرہی ہے۔ خاص کر امیرالمومنین امام حسین کی طرف سے ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب علیؑ میرے اوپر غالب نہ آسکے تو ان کو کیا امید ہوسکتی ہے۔ پس ذرا سوچو اور اپنے ان خیالات کو ترک کرو اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کی طرح اپنے میں کسی کو رکھتے ہو تو یہ تمہارا گمان غلط ہے۔

عبداللہ بن عباس نے کہا۔

اے معاویہ تیرا یہ کہنا صحیح نہیں کہ ہم میں حضرت علیؑ اور امام حسنؑ جیسی کوئی اور ہستی نہیں کیونکہ امام حسین علیہ السلام ابھی زندہ ہیں وہ اپنے باپ کے سچے جانشین ہیں۔ یہ بھی ہے کہ تو ان کو کسی طرح کی

اذیت نہ پہنچائے ورنہ دنیا تجھے ملامت کرے گی کیونکہ آج دنیا میں ان کے سوا کوئی اور رسولؐ خدا کا نواسہ نہیں۔

عبداللہ بن عباس کی نرم اور گول مول تقریر سے معاویہ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اس معاملہ میں خاموشی سے کام لیں گے۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن عباس چونکہ آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور طائف میں کھیتی باڑی کے کام میں لگے ہوئے تھے لہذا ایسی صورت میں معاویہ کو ان کی طرف کوئی خاص اندیشہ باقی نہ رہا بہرحال ان کو ہنسی خوشی رخصت کر کے عبداللہ بن عمر کو اپنے پاس بلا لیا کہ یہ بھی ایک با اثر شخص تھے اور دعویداران خلافت میں شمار ہوتے تھے۔

عبداللہ بن عمر حضرت علیؑ کی مخالفت پہ پہلے ہی سے کمربستہ تھے جمل و صفین کی لڑائیوں میں ان کی خموشی اور علیحدگی صاف صاف حضرت علیؑ کے خلاف ثابت ہو چکی تھی۔ اس لیے معاویہ کو ان کے متفق ہونے کی قوی امید تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس سے تو اس بیعت یزید کے متعلق ڈھکا چھپا ہی کہا تھا اور امام حسینؑ کی شکایت در پردہ ہی کی تھی لیکن عبداللہ بن عمر سے اپنے دلی ارادہ کا صاف صاف اظہار کر دیا۔ عبداللہ بن عمر اس کے نرم گرم فقروں میں آ گئے

ایسا کام کرنا چاہیئے کہ کوئی فتنہ برپا نہ ہو اور لوگوں کا خون
نہ بہے اور تجھ پر گناہ عاید نہ ہو۔

معاویہ نے کہا۔ بیشک میں بھی یہی چاہتا ہوں۔

عبداللہ نے کہا۔ بس پھر کیا ہے تو اپنا تخت بچھا اور اس پر بیٹھ سب سے پہلے میں اگر تجھ سے بعیت کروں گا۔ مگر اس شرط سے کہ تیرے بعد ہونے والے خلیفہ پر اجماع اُمت ہو جائے۔ خدا کی قسم تیرے بعد اگر اجماع امت ایک حبشی غلام پر بھی ہو گا میں امت کے ساتھ ہوں گا یہ کہہ کر اپنے گھر چلے گئے اور اپنا دروازہ بند کر لیا اس کے بعد جس کسی نے بھی ملنا چاہا اندر آنے کی اجازت نہ دی۔

معاویہ کو ان کی تقریر سے پوری قوت مل گئی اور اس نے یقین کر لیا کہ جب اُن جیسا شخص جس کے اوپر اہل مدینہ کی بعیت منحصر ہے اس معاملہ میں ہم پر مہربان ہے اور خاموشی کے ساتھ گھر کا دروازہ بند کیے بیٹھا ہے تو اب حصول مقصد میں کون سی شے مانع ہے۔ کیونکہ عوام الناس کا اجماع کوئی مشکل امر نہیں۔ جو انکار کرنے والے تھے وہ پہلے ہی یہاں سے چلے گئے۔

تاریخوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ مدینہ میں بعیت نہ ہونے کے متعلق جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی وہ محض عبداللہ بن عمر کی

وجہ سے کیونکہ ان لوگوں کے بعد جو معاویہ کے خوف سے مدینہ چھوڑ کر مکہ کو چلے گئے تھے اہل مدینہ کی آنکھیں بیعت یزید کے معاملہ میں عبد اللہ ابن عمر ہی کے فیصلہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جب ان کو ساکت و خاموش دیکھا تو سمجھ گئے کہ ان کی رضامندی ہے ادھر معاویہ پہلے ہی ڈرا دھمکا چکا تھا۔ ایسی صورت میں بیعت کے سوا چارہ کار کیا تھا۔

الغرض عبد اللہ ابن عمر کی طرف سے اطمینان حاصل کر کے معاویہ حضرت عائشہ کی طرف متوجہ ہوئے کیونکہ ان کا اقتدار بھی مدینہ میں بہت زیادہ تھا ام المومنین نے اس کی باتیں سن کر جو کچھ کہا اس کو صاحب روضۃ الصفا یوں لکھتے ہیں۔

> عائشہ نے معاویہ سے کہا تو نے میرے بھائی محمد کو مصر میں ہلاک کیا ان کی لاش کو جلایا اور اب مدینہ میں اس لیے آیا ہے کہ میرے دوسرے بھائی عبد الرحمن کو ستائے اور اس کے بارے میں سخت کلمات کہے۔ تو فرزند رسولؐ کو اور پسر زبیر کو رنج پہنچاتا ہے اور قید و قتل سے ڈراتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تو طلقا میں سے ہے اور طلقا امر خلافت کے لیے شایاں نہیں تیرا باپ لشکر احزاب میں شامل تھا اس نے مخالفت رسولؐ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھ کو

میرے پاس کس نے بھیجا ہے۔ اگر میں تجھ کو پکڑ لوں اور اپنے بھائی
کے خون کا تجھ سے بدلہ لوں تو کون مجھے روک سکتا ہے۔

یہ تقریر سن کر معاویہ ان کی طرف سے بالکل مایوس ہو گیا اور اسی وقت سے ان کی ہلاکت کے درپے ہو گیا۔ ان کے ختم ہوتے ہی بیعت یزید کی تمام الجھنوں کا بھی خاتمہ ہو گیا اور معاویہ نے اہل مدینہ سے یزید کی بیعت لے ہی لی۔ حضرت عائشہ کی ہلاکت کے متعلق تاریخوں میں یہ لکھا ہے۔

سنہ ۵۸ھ میں معاویہ ابن ابو سفیان اپنے بیٹے یزید کی بیعت کیلئے مدینہ گیا۔ امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور عبداللہ بن زبیر کو اس نے سمجھایا۔ عائشہ نے اس کو ملامت کی معاویہ نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھودا اور اس کو خس پوش کر کے ایک آبنوسی کرسی اُس پر بچھائی اور پھر عائشہ کو دعوت کے لیے بلا کر اُسی کرسی پر بٹھایا۔ وہ بیٹھتے ہی کنویں میں جا پڑیں۔ معاویہ نے اس کنویں کو بند کرا دیا اور اوپر کا حصہ چونے سے مضبوط کرا کے مدینہ سے مکہ کی طرف چلا گیا۔ (ربیع الابرار۔ کامل السفینہ۔ تاریخ حافظ ابرو۔ اوائل سیوطی۔ حدیقہ حکیم سنائی)۔

مدینہ سے فارغ ہو کر امیر با تدبیر مکہ میں وارد ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام اور عبدالرحمٰن وغیرہ جب اس سے ملنے کے لیے گئے تو امیر صاحب نے بڑے تپاک سے ملے بڑی خاطر مدارات کی اور بڑی تعظیم و تکریم کی۔ جب

وہ مل کر واپس ہوئے تو گرانبہا خلعت ان کے لیے بھیجے گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے ان کے قبول کرنے سے قطعاً انکار کر دیا (روضۃ الصفا)

اللہ اللہ! کہاں تو مدینہ کا عتاب اور کہاں یہ شفقتیں اور مہربانیاں۔ مدینہ میں جن لوگوں کی تذلیل و تحقیر میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا مکہ میں آکر انہی کی یہ تعظیم یہ توقیر۔ بات یہ تھی کہ امیر صاحب کو تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ ان حضرات کے مقابل دھمکیوں سے کام نہ چلے گا اور یزید کی بیعت کا معاملہ سلطنت کے زور پر حل نہ ہو گا لہٰذا مجبوراً اپنی پالیسی کو بدلنا پڑا۔

امیر صاحب نے مدینہ کی طرح یہاں بھی پرائیوٹ صحبت قائم کی اور ان حضرات کو تخلیہ میں بلا کر پھر اپنے دام فریب میں پھانسنا چاہا۔ صاحب روضۃ الصفا نے امام حسینؑ کی ملاقات کا حال یوں لکھا ہے۔

معاویہ۔ میں آپ سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اُسے ذرا ٹھنڈے دل سے سنیئے اور معقول جواب دیجئے۔

امام حسینؑ۔ کہئے۔

معاویہ۔ اسلامی ممالک کے تمام مشہور اور سربرآوردہ لوگ مدت سے میرے اوپر یہ تقاضا کر رہے تھے کہ یزید کی خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کے سامنے رکھوں لیکن میں ٹالتا رہا اور یہ سمجھتا رہا کہ اس معاملہ میں

کون اختلاف کرے گا سب اپنے ہی ہیں ۔ وہ یزید سے بہتر کس کو سمجھیں گے ۔ لیکن جب اصرار زیادہ ہوا تو میں نے اس مسئلہ کو اٹھایا ۔ اس پر خلاف امید بعض لوگوں نے اختلاف کیا صورت یہ ہے کہ اگر میں یزید کے سوا کسی اور کو خلافت کے لائق سمجھتا تو اپنی ولی عہدی کے لیے اسی کو اختیار کر لیتا ۔ (دیکھا کیا جال بچھایا ہے گویا امام حسینؑ پر ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یزید کی خلافت پر اجماع ہو چکا اب آپ بھی اتفاق کر لیجیے ۔)

امام حسینؑ ۔ اے معاویہ چپ رہو ان باتوں سے کیا فائدہ ۔ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اس کام کے لیے زیادہ سزاوار ہیں ۔ وہ تجھ پر اور تیرے باپ اور تیرے بیٹے پر ہر طرح فضیلت رکھتے ہیں ۔

معاویہ ۔ (غصہ ہو کر) کیا اس سے مراد تم نے اپنی ذات کو لیا ہے ۔

امام حسینؑ ۔ اگر میں اپنی ذات مراد لوں تو کیا تعجب ہے ۔

معاویہ ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمھارے ماں باپ یزید کے ماں باپ سے بہتر ہیں لیکن بخدا امور سلطنت میں یزید تم سے بہتر ہے ۔

امام حسینؑ (غضبناک ہو کر) اے معاویہ چپ رہ ! ایک شراب خوار اور فاسق و فاجر کو مجھ سے بہتر بتاتا ہے ۔

معاویہ (ذرا نرمی کے ساتھ) اے حسینؑ اگر یزید کی مجلس میں تمھارے

ذکر آئے تو وہ سوائے نیک کلمات کے تمھاری شان میں اور کچھ نہ کہے گا (ولی عہد بہادر کے محاسن اخلاق کا ذکر کیا جا رہا ہے)

امام حسینؑ - میں جو کچھ اس کی نسبت جانتا ہوں وہ کہہ رہا ہوں اس کو چاہیے کہ جو کچھ میری نسبت جانتا ہو وہ بیان کرے۔

یہ کہہ کر امام حسین علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے۔ چلتے وقت معاویہ نے اتنا اور کہا۔

معاویہ - اے حسینؑ نیکی کی طرف رجوع کرو - اپنی جان کو بچاؤ اور اہل شام سے ڈرتے رہو - جو کچھ میں نے یزید کی شان میں آپ سے سنا ہے کہیں وہ نہ سن لیں - ان کو تم سے اور تمھارے باپ سے بڑی عداوت ہے۔

اس کے بعد معاویہ نے عبد الرحمٰن بن ابی بکر اور عبد اللہ بن زبیر کو بلا کر گفتگو کی اور ہر چند چاہا کہ وہ دام فریب میں آجائیں مگر انھوں نے بھی وہ ترش روئی سے جواب دیے کہ امیر صاحب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں بہتیرا ڈرایا دھمکایا - بہتیری تدبیریں کیں مگر ان پر ذرا بھی اثر نہ ہوا - آخر جب یہ تدبیر کارگر نہ دیکھی تو صحن حرم میں ایک بہت بڑا جلسہ کیا اور اس میں عام لوگوں کے ساتھ ان تینوں حضرات کو بھی خصوصیت کے ساتھ بلایا اور اپنے بہت سے احسانات اور تحفے تحائف کا ذکر کر کے نہایت منت و سماجت کے ساتھ کہنے لگے - یزید تمھارا

بھائی ہے۔ میری خاطر سے تم اس کو ظاہری طور پر خلیفہ مان لو اور حقیقتاً امور سلطنت کو تم اپنے قبضہ میں رکھو (روضۃ الصفا)

امیر صاحب کی یہ آخری کوشش تھی کہ ہر طرف سے مجبور ہو کر یہ کہنے پر اتر آئے کہ یزید کو ظاہری خلیفہ ہی مان لو۔ حقیقت یہ ہے کہ غرض نے ان کو باؤلا بنا رکھا تھا۔ ان کی یہ بات سن کر اور سب تو چپ رہے لیکن عبداللہ بن زبیر نے جو حضرت ابوبکر کے نواسے اور ام المومنین عائشہ کے پیارے بھانجے تھے اس کے جواب میں کہا۔

اے معاویہ! تجھ کو تین کاموں میں سے ایک کام کرنا چاہیئے پہلے یہ کہ کسی کو خلافت کے لیے مقرر مت کر جیسا کہ حضرت رسولؐ خدا نے مقرر نہیں کیا تھا اور مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیا تھا۔ اور لوگوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنا لیا تھا۔ معاویہ نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ تمہارے درمیان کوئی شخص ابوبکر جیسا نہیں۔ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد امت میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ عبداللہ نے کہا اگر یہ بات پسند نہیں تو جس طرح ابوبکر نے اشراف قریش میں سے ایک شخص کو اپنی خلافت کے لیے نامزد کر دیا تھا تو بھی کر دے لیکن اس شرط سے کہ وہ بنی عبدالشمس اور بنی امیہ میں سے نہ ہو اور اگر یہ بات بھی پسند نہ ہو تو جس طرح حضرت عمر نے شوریٰ کمیٹی بنا دی تھی

تو بھی بتا دے معاویہ نے کہا ان تینوں صورتوں کے علاوہ بھی کوئی

صورت ہے ۔ ابن زبیر نے کہا ۔ نہیں ۔ معاویہ نے حاضرین جلسہ

سے پوچھا تم کیا کہتے ہو ۔ انھوں نے کہا ہم ابن زبیر کی رائے کے

موافق ہیں ۔ معاویہ نے کہا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اہل شام اس بارہ میں

تمھاری موافقت نہ کریں گے ۔ دیکھئے انجام کیا ہو (روضۃ الصفا)

اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ امیر صاحب خلفاء کی سنت پر عامل نہ تھے

ورنہ ان میں سے کسی ایک بات کو ضرور مان لیتے ۔ طرفداران معاویہ ذرا

غور کریں کہ ایسا شخص شایان خلافت کیونکر ہو سکتا ہے ۔

القصہ اس جلسہ کے بعد معاویہ کو ایک عجیب اضطراب لاحق ہوا

تمام رات فکر و تردد میں نیند نہ آئی مدینہ میں تو جوں توں کام چل گیا

تھا لیکن یہاں ایک تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی ۔ جب ہر طرف سے مایوس

ہوئے تو پھر وہی حسب عادت چال سوجھی ۔

اپنے ساتھیوں میں سے چند لوگوں کو سمجھا دیا کہ کل جلسہ عام میں

جب ہم یہ بیان کریں کہ عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن زبیر اور امام حسینؑ

نے یزید کی بیعت کر لی ہے لہٰذا تم لوگ بھی بیعت یزید قبول کر لو تو تم سب

برہنہ تلواریں لے کر لوگوں کے سروں پر کھڑے ہو جانا تاکہ جان کے

خوف سے کوئی مخالفت میں آواز بلند نہ کر سکے چونکہ لوگوں کی خاموشی

ہمارے قول کی صداقت کا ثبوت ہو گا لہٰذا ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔
(تاریخ کامل و روضۃ الصفا)

دوسرے روز یہی تدبیر عمل میں آئی اور اس چال بازی سے مکہ میں یزید کی بیعت کا مسئلہ ختم کر دیا گیا۔ یہ تھا معاویہ کے ایمان اور یزید کی خلافت کا کچا چٹھا جس کو پڑھ کر ایک انصاف پسند انسان حیرت میں رہ جاتا ہے۔

۱۴۔ واقعات کربلا کے اصلی اغراض اور صحیح اسباب

واقعۂ کربلا اگرچہ سنہ ۶۱ھ میں ہوا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی بنیاد سقیفۂ بنی ساعدہ میں پڑ چکی تھی۔ کسی نے کہا ہے ع

کہ کشتہ شد حسینؑ اندر سقیفہ

حیات رسولؐ میں جو کچھ اقتدار بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں اہلبیت رسولؐ کو حاصل ہوا تھا وہ تمام مسلمانوں کی نظر میں خار کی طرح کھٹک رہا تھا اور حسد آگیں طبیعتیں ذلیل کرنے کے موقع ڈھونڈ رہی تھیں چونکہ مسلمانوں کی جماعت میں بہت سے لوگ اُن کفار کی اولاد تھے جن کو حضرت علی علیہ السلام نے مختلف غزوات میں ذوالفقار آبدار سے فنا ...

رکھتی تھیں ۔ حیات رسولؐ میں تو انھیں اس کا موقع نہ ملا البتہ حضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی ہر طرف سے ان کے حملے شروع ہو گئے ۔

سقیفہ میں جو کچھ کارروائی ہوئی وہ محض اسی غرض سے تھی کہ رسولؐ کے حقیقی جانشینوں کو ان کے حق سے محروم کر کے اُس اعزاز واقتدار کو توڑا جائے جو انھوں نے سالہا سال کی محنت اور جانفشانی کے بعد حاصل کیا ہے ۔ دنیا پرست مسلمان اپنے مقام پر یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اِن خدا رسیدہ لوگوں کی حکومت میں ہماری حرص و آز کو اپنے ہیلو پھیلانے کا موقع نہ ملے گا ۔

باوجودیکہ لوگوں نے اِن حضرات کی حق تلفی کر کے خلافت کی باگ انتہائی خود مختاری سے اپنے ہاتھ میں لے لی تھی لیکن انھوں نے مصلحت دین پر نظر رکھ کر بڑے صبر و سکون سے کام لیا اور سلطنت کے جدید انتظام سے کوئی مخالفت ظاہر نہ کی لیکن اس پر بھی دنیا پرستوں نے ان کو چین نہ لینے دیا چاہتے یہ تھے کہ حقوق کے ساتھ اپنی زبان بھی ہمیں دے بیٹھیں یعنی کسی کے سامنے اپنے حق کا اظہار بھی نہ کریں ۔ لیکن یہ کیسے ممکن تھا ۔ یہ حضرات اپنے فضائل کا اعلان کرتے اور اپنے استحقاق خلافت کو بیان کرنے سے کسی جلسہ میں باز نہیں رہے ۔

دوسروں پر ثابت کر دیتے تھے جن کو سن کر سننے والوں کو سکوت کے سوا اور کچھ نہ بن آتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ اعلان بھی مخالفین کی نظر میں کھٹکنے لگا اور آخر کار یہی دل میں کھٹکنے کانٹے ایک روز کربلا میں شعلہ فشاں اور زہر آلود تلواروں کی صورت میں نکل پڑے۔

ہمارے سابقہ بیان سے یہ ظاہر ہو چکا کہ شروع سے آخر تک حضرت امام حسین علیہ السلام کو معاویہ کی تمام کارروائیوں سے اختلاف رہا۔ انھوں نے اس کی حکومت کو ایک آن واحد کے لیے بھی حق پر تسلیم نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ اُسے ایک جابر، مکار اور دین اسلام کا پکا دشمن بادشاہ سمجھتے رہے۔ ایسی صورت میں ان سے یہ امید رکھنا بالکل بیجا تھی کہ وہ یزید جیسے فاسق و فاجر انسان کی بیعت پر راضی ہو جائیں گے۔

امام حسین علیہ السلام اپنی آنکھوں سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے کہ دنیا کے حریص خود غرض اور شکم پرست لوگ محض معاویہ کے انعام و اکرام کے لالچ میں ایسے اندھے بن رہے ہیں کہ یزید کو نہ صرف دنیوی بادشاہ بلکہ حضرت رسولؐ خدا کا سچا جانشین اور دین اسلام کا ہادی و رہنما تسلیم کرنے کے لیے پوری طرح آمادہ ہیں اور پھر غضب

صحابہ، تابعین صحابہ، اولاد صحابہ، قاری، حافظ۔ مہاجر انصار سب کے سب قدم اٹھائے چلے جا رہے ہیں۔ حصول دنیا کی غیر محدود خواہشوں نے ان کی ایمانی قوت کو بالکل زائل کر دیا ہے اور ادراک و تمیز کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑا ہے کہ بھلے بُرے کا احساس ہی باقی نہیں رہا۔ دو چار دس بیس کا ذکر نہیں۔ سارے ملک پر اس سرے سے اُس سرے تک ضلالت کی سیاہ چادر تنی ہوئی ہے۔ اور وہ زمانہ قریب آگیا ہے کہ اسلام کی کشتی گمراہی کے ہولناک سمندر میں غرق ہو جائے اس عبرتناک حالت میں یہ ضرور تھا کہ امام حسین علیہ السلام حمایت دین میں اپنی تمام قوتوں کو نکال کر میدان میں ڈال دیں اور اپنی جان و مال اور آبرو کی قطعاً پرواہ نہ کر کے اس عظیم الشان خدمت کو انجام دیں جو ازل میں قدرت نے ان کے نامزد کر دی تھی۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ کسی قوم کے فوری خیالات کا نتیجہ نہ تھا بلکہ تقریباً پچاس سال سے یہ واقعات ضلالت و گمراہی کی تاریک فضا میں نشوونما حاصل کرتے چلے آرہے تھے۔ زمانہ کی خلاف امید رفتار یہ بتا رہی تھی کہ اہلبیت رسولؐ کا اقتدار روز بروز گھٹ رہا ہے اور ان کی مخالف قوتیں جن میں بنی اُمیہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں لحظہ بہ لحظہ مسلمانوں کی توجہ کو انکی طرف سے

ہٹا کر اپنی طرف جذب کرتی چلی آرہی ہیں۔ چنانچہ خان بہادر مولوی احمد حسین صاحب رئیس پریانواں رسالہ البلاغ المبین میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگرچہ شہادت حسینی کا تیرہ و تار سانحہ ۶۱ھ میں واقع ہوا لیکن اس دیجور قیامت کی شان ظلمت اسی وقت سے شروع ہو چکی تھی جبکہ خورشید رسالت غروب ہوا اور جناب رسالتمآب نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا۔

مولوی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب اپنی کتاب رویائے صادقہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلبیتؑ کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی سے ایسے ناملائم واقعات پیش آئے کہ ان کا وہ ادب لحاظ جو ہونا چاہیئے تھا اس میں ضعف آگیا اور شدہ شدہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی دشوار ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہلبیت رسولؐ کی تمام قوتوں کو انتہائی کمزور بنانے میں بھرپور کوشش سے کام لیا گیا۔ خلافت کو ان سے نکال کر ظاہری وجاہت کو نقصان پہنچایا گیا۔ معاملات سلطنت سے علیحدہ رکھ کر ان کی مالی حالت کو کمزور کیا گیا۔ ان کی ہدایت و رہنمائی سے منہ موڑ کر عام لوگوں کی توجہ ان کی طرف سے ہٹائی گئی۔ حضرت علیؑ کی

سلطنت کے زمانہ میں بغاوت و سرکشی کی خاک اُڑا کر عام لوگوں کو ان کا دشمن بنایا گیا دلوں میں ان کی طرف سے نفرت پیدا کی گئی۔ ان کے ذکر کو سختی کے ساتھ روک کر دنیائے اسلام کو ان فضائل کے سننے سے محروم رکھا گیا جو خدا و رسولؐ کی طرف سے ان کو عطا ہوئے تھے۔ ان کے دوستوں پر انتہائی سختیاں کر کے بلکہ ان کو ہلاک کر کے لوگوں کو ان کی دوستی سے روکا گیا۔ ان کے دشمنوں پر احسان و اکرام کے دروازے کھول کر ان کی عداوت کی طرف ترغیب دی گئی۔ عام لوگوں کی نظر میں ان کی وقعت کو اتنا گھٹایا گیا کہ وہ ان کو عام مسلمانوں سے بھی پست درجہ کا انسان سمجھنے لگے۔ الغرض ان تمام باتوں نے مسلمانوں کی نظر میں اہلبیت رسولؐ کا اقتدار اس درجہ کم کر دیا کہ وہ بغیر کسی پس و پیش کے کربلا میں تلواریں سونت کر نکل آئے اور قطعاً اس کا خیال نہ کیا کہ ہم کس سے لڑ رہے ہیں۔

بنی امیہ اپنے مقام پر یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اہلبیت کے روحانی اقتدار کے سامنے ان کی ایمانی قوتیں فروغ پذیر نہیں ہوسکتیں لہذا انھوں نے مکر و فریب کا جال بچھا کر اور عام لوگوں پر شاہی خزانہ کا منہ کھول کر ایسا لوگوں کو پھانسا کہ وہ دن کو رات اور رات کو دن کہنے لگے انھوں نے اپنی چال بازی دکھا کر عام لوگوں سے اس کا اقرار لے لیا کہ ہم حق پر ہیں

اور اہلبیت باطل پر۔ آج تک لوگ اس خیال کے پائے جاتے ہیں جو معاویہ کے مقابل علیؑ کو اور یزید کے مقابل حسینؑ کو معاذ اللہ باغی سمجھتے ہیں۔ رحلت رسولؐ سے صرف پچاس سال کے اندر ہی اسلامی دنیا میں حق و باطل میں لوگوں کو تمیز باقی نہ رہی تھی۔ مسلمانوں پر طمع زر اس درجہ غالب تھی کہ چند پیسوں میں وہ اپنا ایمان خوشی سے بیچ ڈالتے تھے بنی امیہؓ کو دین اسلام سے کبھی دور کا تعلق بھی نہ رہا تھا وہ تو محض جاہ و منصب کی حرص میں اس طرف کھنچ آئے تھے۔ انھیں ہر موقع پر اپنے مطلب سے غرض تھی چاہے دین جاتا یا رہتا۔ بظاہر وہ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کہلاتے تھے لیکن حقیقتاً وہ دین کے پکے دشمن تھے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا مکاری دھوکہ دہی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ خدا کے نیک بندوں کو قتل کر دینا ان کے نزدیک معمولی بات تھی۔ لوگوں کے حقوق غصب کر لینا۔ وعدہ خلافی کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ احکام دین میں تصرف کرنا ان کے رات دن کے مشاغل تھے۔ چونکہ ان کے زہریلے اثر کا دائرہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا اور تمام مسلمان اندھے ہو کر اسی رنگ میں ڈوبتے چلے جا رہے تھے لہذا ضرورت تھی کہ کوئی خدائی قوت اس گمراہی کے بڑھتے سیلاب کو روکے۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام

اٹھے اور اپنے خون سے حق و باطل میں ایک ایسی سدِ سکندری قائم کردی جو قیامت تک مٹنے والی نہیں ۔ حضرت خواجہ اجمیری نے کیا خوب فرمایا ہے ۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین ست حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

۱۵۔ شہادت امام حسینؑ کی پیشین گوئیاں

ام الفضل کہتی ہیں کہ ایک روز میں نے امام حسینؑ کو حضرت رسولؐ خدا کی گود میں جو دیا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے ۔ میں نے پوچھا یا حضرت میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کیوں رو رہے ہیں ۔ فرمایا میرے پاس جبرئیل امینؑ ابھی آئے تھے اور یہ خبر دی کہ میری اُمت اس میرے فرزند کو قتل کر ڈالے گی میں نے کہا ۔ اسے ؟ فرمایا ہاں اسے اور مجھے سُرخ مٹی بھی دی ۔ (مشکوٰۃ ص۴۰۹ مطبوعہ نولکشور پریس)

جب حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو جبرئیل امین

حضرت رسول خدا کی خدمت میں آئے ۔ پہلے تو تہنیت دی اس کے بعد تعزیت شروع کردی ۔ حضرت نے فرمایا اے جبرئیل تہنیت کا سبب تو معلوم ہے لیکن تعزیت کا کیا موقع ہے ۔ انھوں نے کہا ۔ یا رسول اللہ یہ بچہ جس کے حلق پر آپ بوسہ دے رہے ہیں آپ کے بعد تیغ ظلم سے شہید کیا جائے گا پھر کسی قدر حالِ کربلا بیان کیا ۔ حضرت رسول خدا یہ خبر سن کر بہت ہی روئے ۔ جب حضرت علیؑ نے یہ واقعہ سنا تو وہ بھی رونے لگے ۔ اسی حالت میں حضرت سیدہ بھی تشریف لے آئیں جب انھوں نے اس واقعہ کو سنا تو وہ بھی زار زار رونے اور فریاد کرنے لگیں اور کہنے لگیں بابا جان میرے حسینؑ نے آخر ایسی کیا خطا کی ہے کہ بچپن میں اس پر یہ ظلم کیا جائے گا ؟ حضرت نے فرمایا اے فاطمہ! یہ حادثہ حسینؑ کے لڑکپن میں نہ ہوگا بلکہ اس وقت ہوگا جب دنیا میں نہ میں ہوں گا نہ تم ۔ (روضۃ الشہدا)

ایک روز حضرت رسول خدا جناب ام سلمہ کے گھر میں امام حسینؑ کو اپنی آغوش میں لیے پیار کر رہے تھے کہ ایک فرشتہ نازل ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ کے اس بچہ کو عنقریب آپ کی امت قتل کر ڈالے گی ۔ اگر آپ چاہیں تو وہ جگہ بھی آپ کو دکھا دوں جہاں یہ قتل ہوں گے ۔ پھر وہ جگہ دکھائی اور وہاں کی تھوڑی سی مٹی بھی

حضرتؓ کو دی۔ آپ نے وہ مٹی حضرت ام سلمہ کو دی اور فرمایا اسے بحفاظت رکھ چھوڑو (معجم امام بغوی)

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسولؐ خدا با حال پریشاں باہر تشریف لائے اور حضرت کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس میں خون آلود مٹی بھری ہوئی تھی لوگوں نے دریافت کیا یہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا۔ اس میں حسینؓ اور ان کے دوستوں کا خون ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں ہمیشہ اُسے دیکھا کرتا تھا ایک دن دیکھا اس میں تازہ خون جوش مار رہا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ امام حسینؑ شہید ہوگئے (صحیح ترمذی، مسند احمد حنبل، سنن بیہقی)

۱۶۔ یزید کی سلطنت

چودھویں رجب سنہ ۶۰ھ کو جب معاویہ بن ابوسفیان نے وفات پائی تو یزید اس وقت اپنی ننہال میں تھا۔ مسلم بن عقبہ اور ضحاک بن قیس فہری نے جو یزید کے جوشیلے ہوا خواہوں میں تھے اس واقعہ کی خبر اُسے پہنچائی وہ فوراً وہاں سے روانہ ہو کر شام میں آیا۔ فتوحات اعثم کوفی میں لکھا ہے۔

ساتھ روئے۔ پھر وہاں سے قبۂ خضرا میں جو اس کے باپ کا بنایا ہوا محل تھا پہنچا۔ اس وقت اس کے سر پر ریشم کا سیاہ عمامہ تھا باپ کی تلوار کمر میں بندھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آکر اُسے خلافت کی مبارکباد دی اور معاویہ کے مرنے کا پرسا بھی دیا۔ یزید نے اس موقع پر حسب ذیل تقریر کی۔

اے شام کے لوگو! تمھیں خوش خبری ہو کہ ہم حق پر ہیں اور دین کے مددگار ہیں۔ ہمیشہ خیر و برکت ہمارے ساتھ رہی ہے۔ آگاہ ہو کر عنقریب ہم میں اور عراق والوں میں معرکہ آرائی ہوگی کیونکہ میں دو تین راتوں سے خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے اور عراقیوں کے درمیان تازہ خون کا دریا بہہ رہا ہے۔ ہر چند میں نے چاہا کہ اس خون کے دریا کو عبور کر جاؤں مگر نہ کر سکا۔ ابن زیاد آیا اور اس خون کے دریا کو عبور کرنے لگا۔ میں دیکھتا رہا۔

شام کے رئیسوں نے کہا۔ ہم تیری خدمت گزاری کے لئے تیار ہیں اور تیرے اشارے کے منتظر ہیں۔ تو جہاں جائے گا ہم بھی وہیں جائیں گے۔ عراق والوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ ہمارے ہاتھوں میں اب بھی وہی تلواریں ہیں جن سے صفین کی لڑائی میں کام لیا گیا تھا۔

میرا باپ تم لوگوں پر جیسا شفیق تھا ظاہر ہے۔ عرب میں میرے باپ جیسا صاحب مروت و سخاوت کوئی دوسرا نہ تھا۔ وہ خوش بیانی سے عاجز نہ تھا۔ اس کی زبان میں لکنت نہ تھی۔

یزید یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک طرف سے آواز آئی تو جھوٹ بکتا ہے معاویہ میں ہرگز یہ اوصاف نہ تھے۔ تو اور تیرا خاندان عمدہ اوصاف سے خالی ہے۔

لوگ اس شخص کا یہ کلام سُن کر بگڑ گئے اور اس کو پکڑنا چاہا لیکن وہ جان بچا کر مجمع سے نکل گیا۔ یزید کے دوستوں میں ایک شخص عطاء ابن ابی صفین تھا اس نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے امیر دشمنوں کے کہنے کا کچھ خیال نہ کر۔ خوشی منا کہ اللہ نے تیرے باپ کے بعد تجھے منصب خلافت عطا کیا۔ آج سے تو ہمارا خلیفہ ہے اور تیرے بعد تیرا بیٹا معاویہ خلیفہ ہوگا۔ ہمیں تجھ سے اور تیرے بیٹے سے زیادہ عزیز کوئی دوسرا نہیں۔ یزید اس تقریر سے بہت خوش ہوا اور اس کو ایک گرانبہا خلعت عنایت کیا۔

اس کے بعد یزید نے حکم دیا کہ خزانوں کے منہ کھول دیے جائیں امیروں، رئیسوں، سرداروں اور نامور لوگوں سے لیکر ادنیٰ درجہ

اطراف سلطنت میں فرمان بھیج کر اپنی بیعت حاصل کرنے پر زور دیا۔

اسی سلسلہ میں ولید بن عقبہ ابن ابوسفیان حاکم مدینہ کے نام اس کا یہ حکم پہنچا کہ حسینؑ بن علیؑ، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو سختی کے ساتھ میری بیعت پر مجبور کر۔ بالخصوص حسینؑ بن علیؑ پر پورا زور دے۔ اگر وہ بیعت پر راضی نہ ہوں تو ان کا سر کاٹ کر فوراً میرے پاس بھیجدے (مقتل ابومخنف)

اس حکم کے پہنچتے ہی حاکم مدینہ نے امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر کو بلا بھیجا اس وقت امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر مسجد میں تھے جب ولید کا سپاہی پہنچا تو اس سے یہ کہہ دیا گیا کہ تم چلو ہم لوگ آتے ہیں۔ ابن زبیر نے کہا سمجھ میں نہیں آتا کہ خلاف معمول ہم کو رات کے وقت کیوں بلایا گیا ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا۔ اس کے سوا اور کوئی معاملہ نہیں کہ معاویہ مرگیا ہے اور یزید یہ چاہتا ہے کہ اس کی خبر مرگ پھیلنے سے پہلے ہم سے بیعت لے لی جائے۔ ابن زبیر نے کہا پھر آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا میں ہرگز یزید کی بیعت نہ کروں گا۔ معاویہ نے میرے بھائی کے ساتھ یہ عہد کیا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد خلافت مجھے ملے گی اور وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ نہ کرے گا۔ اگر معاویہ مرگیا ہے اور اس نے اپنے عہد کو

پورا نہیں کیا تو اس نے یہ ہم پر بہت بڑا ظلم کیا۔ میں یزید کی بیعت کیسے
اختیار کر سکتا ہوں وہ تو علانیہ فاسق و فاجر ہے۔ ہم حضرت رسول خداؐ
کے اہلبیت ہیں ہم سے ایسی بات ظہور میں نہیں آسکتی (فتوحات اعثم کوفی)

اس گفتگو کے بعد ابن زبیر تو مسجد سے اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے اور
امام حسینؑ علیہ السلام حسب وعدہ اسی وقت جاکر ولید سے ملے۔ ولید
نے معاویہ کے مرنے کی خبر اور یزید کا حکم حضرت کو سنایا۔ آپ نے رسم تعزیت
ادا کرنے کے بعد فرمایا۔ شاید تم اس بات کو اچھا نہ سمجھو گے کہ رات کے
وقت تنہائی میں مجھ سے بیعت لی جائے۔ کل دربار میں سب کو جمع کر کے
مجھے بھی بلا لینا۔ ولید نے اس کو منظور کر لیا۔ لیکن مروان نے کہا۔
نہیں۔ ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا یا تو حسینؑ اسی وقت بیعت کریں
ورنہ قتل کر دیے جائیں۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا۔ او جھوٹے دغاباز!
تیری یا ولید کی کیا مجال کہ مجھے قتل کر سکے۔ چند بنی ہاشم اور دوستداران
حسینؑ جو اس وقت ایوان ولید پر کھڑے گوش بر آواز تھے فوراً تلواریں
کھینچ کر اندر داخل ہونے لگے۔ امام حسین علیہ السلام فوراً باہر نکل آئے
اور سب کو اپنے ساتھ واپس لے گئے۔ مروان نے ولید کو سرزنش کی
کہ اس موقع کو ہاتھ سے کیوں جانے دیا۔ اس نے کہا میں ہرگز

دولت بھی مجھ کو کیوں نہ دے دی جائے۔ (البلاء المبین مطبوعہ کانپور)

جب حضرت امام حسینؑ ولید کے پاس سے اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت پر رنج وغم کا ہجوم تھا اور پریشانی کے آثار چہرہ سے ظاہر ہو رہے تھے۔ اب مدینہ میں آپ اپنا قیام کسی طرح مناسب نہ سمجھتے تھے

امام مظلوم رات کے وقت حضرت رسول خدا کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کی۔ اے جد بزرگوار میں آپ کی پارہ جگر حضرت فاطمہ زہراؑ کا فرزند اور آپ کا نور نظر حسینؑ ہوں۔ میں وہ شخص ہوں جس کی محبت و طاعت کے لیے آپ نے اپنی اُمت کو وصیت فرمائی تھی۔ مگر آپ کی امت نے وہ وصیت نہ سُنی۔ یہ فرما کر آپ نے نماز کی نیت کی اور تمام رات عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ صبح کو گھر تشریف لائے۔ دوسری رات کو پھر روضۂ رسولؐ پر تشریف لے گئے اور چند رکعت نماز ادا کرنے کے بعد خدا کی درگاہ میں اس طرح مناجات کی۔

خداوندا! یہ تیرے پیغمبر اور تیرے حبیب کی قبر مطہر ہے اور میں ان کا نواسہ ہوں۔ اب مجھ کو وہ واقعہ پیش آیا ہے جس سے تو آگاہ ہے۔ خداوندا! تو میرے حال سے واقف ہے اور میرے دل کا راز جانتا ہے۔ الٰہی اس قبر پاک کا واسطہ جو کچھ تیری اور تیرے پیغمبر کی رضا ہو اُسے مجھ پر ظاہر کر ...

اور روتے روتے قبر مبارک پر سر رکھ کر سو گئے۔

خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولؐ خدا بہت سے انبیاء کے ساتھ
تشریف لائے اور حضرت امام حسینؑ کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا۔ اے
نور نظر اے لخت جگر تیرے وعدے کے وفا کرنے کا وقت قریب آگیا ہے
عنقریب میری اُمت تجھے کربلا میں قتل کرے گی۔ تو پیاسا ہوگا اور ظالم
تجھے ایک قطرہ پانی کا نہ دیں گے خدا تیرے دشمنوں پر لعنت کرے۔
امام حسینؑ نے عرض کی نانا جان! مجھے اپنی خدمت سے جُدا نہ فرمایئے
مجھے اب دنیا کی کوئی حاجت نہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ اے فرزند!
شہادت کی منزل کو طے کرکے میرے پاس آؤ اور اُن درجات عالیہ کو
حاصل کرو جو خدا نے تمہارے لیے مقرر فرمائے ہیں (البلاء المبین)

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے مکہ معظمہ کی طرف جانے کا
قصد کیا۔ اپنے خاندان والوں کو جب اپنے ارادہ سے مطلع فرمایا تو
سب حکم امام کی بنا پر ترک وطن کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل
حضرت امام حسین علیہ السلام مع اپنے گھر کی عورتوں کے روضۂ رسولؐ پر
رخصت ہونے کے لیے گئے اُس وقت روضۂ رسولؐ میں ایک عجیب
کہرام بپا تھا۔ وہاں سے پھر سب قبر جناب سیّدہؑ پر پہنچے اور با صد حسرت
[illegible] روتے رہے۔ پھر وہاں سے بھی رخصت ہوئے

جب اہل مدینہ کو حضرتؑ کے اس قصد کا حال معلوم ہوا تو ایک عجیب بےچینی پیدا ہوئی۔ بہت سے لوگ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا لیکن آپ نے سب سے یہی فرمایا کہ اب میرا مدینہ میں رہنا قرین مصلحت نہیں۔ جب لوگوں کو مایوسی ہوئی تو زن و مرد ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگے ؎

برپا ہے مدینہ میں تلاطم کئی دن سے
ہے راحت و آرام و طرب گم کئی دن سے
ہر گھر میں ہے اک شورِ تظلم کئی دن سے
بے چین نظر آتے ہیں مردم کئی دن سے
وہ غم ہے کہ آرام کا جویا نہیں کوئی
راتیں کئی گزری ہیں کہ سویا نہیں کوئی۔

جب حضرت امام حسینؑ کے بھائی حضرت محمد حنفیہؓ کو اس ارادہ کا حال معلوم ہوا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے اے بھائی آپ نے کس طرف جانے کا ارادہ فرمایا ہے۔ حضرتؑ نے کہا تم ہی بتاؤ اس بارہ میں تمھاری کیا رائے ہے۔ انھوں نے کہا میرے خیال سے تو آپ مکہ کی طرف جائیے۔ اگر حالات اجازت دیں تو وہیں قیام فرمائیے ورنہ یمن کی طرف کا ارادہ فرمائیے کیونکہ

وہاں کے لوگ رحم دل ہیں اور وہاں کے شہر وسیع اور پُر رونق ہیں۔ اگر وہاں بھی امان کی صورت نظر نہ آئے تو آپ ریگستانوں اور پہاڑوں میں چلے جائیے اور دیکھئے کہ لوگوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے بھائی! اگر دنیا میں مجھے کہیں بھی امان نہ ملے گی میں تب بھی یزید بن معاویہ کی بیعت نہ کروں گا اور جو کچھ مصائب مجھ پر نازل ہوں گے ان کو قبول کروں گا۔ الغرض محمد حنفیہ اپنے پیارے بھائی کا تصور کر کے زار زار رونے لگے حضرت امام حسینؑ بھی ان کے ساتھ بہت روئے۔

پھر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے بھائی! خدا تمھیں جزائے خیر دے کہ تم نے اپنی رائے سے مجھے آگاہ کیا۔ سنو! میں نے مکہ کی روانگی کا قصد مصمم کر لیا ہے۔ سفر کا سامان تیار ہو چکا ہے۔ اپنے بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں کو اپنے ساتھ لیے جاتا ہوں کیونکہ ان کا معاملہ میرا معاملہ اور ان کی رائے میری رائے ہے۔ لیکن اے بھائی تم یہیں مدینہ میں رہو تا کہ دشمنوں کے حالات سے مجھے اطلاع ملتی رہے۔ اس کے بعد آپ نے وصیت نامہ اس مضمون کا لکھا جس کو ہم مقتل محمد ابن ابو طالب سے نقل کرتے ہیں یہی مضمون فتوحات

یہ وصیت نامہ حسین بن علیؑ کی طرف سے ان کے بھائی محمد حنفیہ کو ہے۔

خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد مصطفٰےؐ کی رسالت کی گواہی دینے کے بعد میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ بہشت حق ہے دوزخ حق ہے۔ قیامت کا آنا برحق ہے اور یہ کہ قبروں سے خدا لوگوں کو اٹھائے گا۔ میں مدینہ سے اس لیے کوچ نہیں کر رہا ہوں کہ اپنے کو راحت و آرام میں پہنچاؤں یا کوئی جاہ و منصب حاصل کروں بلکہ محض مسلمانوں کی اصلاح کے لیے یہ سفر غربت اختیار کر رہا ہوں تاکہ لوگ ضلالت و گمراہی سے محفوظ رہیں جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا اپنے نانا اور اپنے پدر بزرگوار کی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروں گا۔ جو شخص میری بات کو قبول کرے گا وہ ہدایت یافتہ ہوگا اور جو میری بات کو نہ مانے گا میں اسکے ظلم پر صبر کروں گا اور خدائی فیصلہ کا منتظر رہوں گا بس یہی میری وصیت اپنے بھائی کے لیے ہے۔ سوائے خدا کے میں اور کسی کی مدد کا طالب نہیں۔ میں اپنے کو اسی کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی روانگی کے وقت عبداللہ بن

بیعت کر کے حفاظتِ جان کے لیے بہت کچھ اصرار کیا لیکن حضرت امام حسینؑ نے منظور نہ فرمایا۔ عبداللہ نے کہا۔ میری رائے میں تو یہی بہتر ہے کہ آپ اپنے ارادہ کو ترک کر دیں اور جس طرح اور لوگوں نے یزید سے بیعت کر لی ہے آپ بھی کر لیں تاکہ اپنے گھر اور اپنے نانا کی قبر سے جُدا نہ ہوں اور اپنے اوپر اس گروہ کی محبت قائم نہ ہونے دیں جس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اگر آپ یزید سے بیعت نہ کریں گے تو وہ آپ کو ضرور اس پر مجبور کرے گا اور وطن میں اطمینان سے نہ بیٹھنے دے گا۔ ممکن ہے کہ یزید کی عمر تھوڑی ہو ایسی صورت میں ہم اور آپ اس کی طرف سے بے فکر ہو جائیں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا۔ تُف ہے ایسی باتوں پر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں غلطی پر ہوں۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بتاؤ تاکہ میں اپنی غلطی سے باز آجاؤں۔

ابن عمر نے کہا۔ آپ غلطی پر نہیں ہیں اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے کہ خدا اپنی رسولؐ کی بیٹی کے فرزند کو غلطی اور سہو میں مبتلا کرے مگر آپ نے سنا ہو گا کہ زمانہ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ مبادا یزید آپ کے خلاف اٹھ کھڑا ہو اور کوئی حرکت ایسی کر بیٹھے جس کے مقابلہ کی آپ میں طاقت نہ ہو اس لیے مناسب ہے کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔

حضرتؓ نے فرمایا میں ہرگز یزید کی بیعت نہ کروں گا بلکہ اپنے نانا کی سنت اور اپنے باپ کی خصلت اور طریقہ پر عمل کروں گا جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ نیکی اور سلامتی حاصل کرے گا اور جو شخص انکار کرے گا اور دائرہ اطاعت سے باہر ہوگا میں اس پر صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ مجھ میں اور اس میں فیصلہ کرے اور وہی اچھا حاکم ہے (فتوحات اعثم کوفی مطبوعہ دہلی)

جب حضرت ام سلمہ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؓ مدینہ سے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو کہنے لگیں۔ اے فرزند عراق کی طرف نہ جاؤ کیونکہ میں نے تمہارے نانا سے سنا ہے کہ میرا فرزند حسینؓ عراق میں اس سرزمین پر قتل کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ حضرتؓ نے فرمایا نانی جان! میں اپنے انجام کو بخوبی جانتا ہوں۔ میں بیشک قتل کیا جاؤں گا اور اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں میں اس دن کو بھی جانتا ہوں اور اپنے قاتل اور اپنی قتل گاہ کو خوب پہچانتا ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں میں سے کون کون میرے ساتھ قتل ہوں گے۔ اے نانی جان مرضی خدا یہی ہے کہ میں اس کی راہ میں ظالموں کے ہاتھ سے بھوکا پیاسا ذبح کیا جاؤں اور میری ناموس دَر دَر پھرائی جائیں اور میرے اہل و عیال دشمنوں کے

ہاتھ میں قید ہوں اور کوئی ان کا معین و مددگار نہ ہو۔ اے نانی جان اگر میں عراق کی طرف نہ بھی جاؤں تو بھی بچ نہیں سکتا۔ یہ سُن کر جناب اُم سلمہؓ زار زار رونے لگیں اور کہنے لگیں اے فرزند میرے پاس تھوڑی سی مٹی ہے جو تمھارے نانا نے مجھ کو دی ہے اور میں نے اس کو ایک شیشہ میں رکھ چھوڑا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے تھوڑی سی مٹی کربلا کی اور ان کو دی اور فرمایا ان دونوں کو الگ الگ شیشیوں میں اپنے پاس رکھ لیجئے جس وقت ان میں تازہ خون جوش مارے سمجھ لیجئے گا کہ میں قتل ہو گیا۔ (ناسخ التواریخ)

الغرض امام حسین علیہ السلام نے سامان سفر درست کر کے اپنے اہلبیتؑ کو اونٹوں پر سوار کیا۔ اس وقت مدینہ میں ایک عجیب کہرام برپا تھا۔ زن و مرد سب زار زار رو رہے تھے۔ مرد حضرت امام حسینؑ حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ وغیرہ وغیرہ سے گلے مِل مِل کر رو رہے تھے اور عورتیں زنان اہلبیت سے رو رو کر رخصت ہو رہی تھیں۔ حضرت سب کو صبر کی تعلیم دے رہے تھے۔

الغرض نہایت حسرت و یاس کے ساتھ در و دیوار مدینہ پر نظر کرتا ہوا روضۂ رسولؐ کو اشتیاق بھری نظروں سے دیکھتا ہوا یہ قافلہ سرزمین مدینہ سے روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں اٹھارہ بنی فاطمہؑ تھے

اور اگر بچوں کو بھی شمار کر لیا جائے تو پورے اکیس ہوتے ہیں۔

لکھا ہے کہ جب یزید کو یہ پتہ چلا کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور ابن زبیر (یہ بزرگ ولید کے خوف سے رات کو چھپ کر بھاگ گئے تھے) بغیر بیعت کئے مدینہ سے نکل گئے اور ولید نے ان کے ساتھ کچھ نہ کیا تو اس نے برہم ہو کر ولید کے بجائے عمر بن سعید کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔

۱۷۔ مکّہ معظمہ کا قیام اور عراق کی روانگی

مدینہ منورہ سے نکلتے ہی حضرت مسلم بن عقیل نے امام حسین علیہ السلام کو عام راستہ سے ہٹ کر دوسری راہ اختیار کرنے کی صلاح دی لیکن حضرت نے اس کو منظور نہ فرمایا۔ مکہ میں پہنچ کر امام حسین علیہ السلام نے قیام فرمایا۔ حضرتؑ کی تشریف آوری کی خبر سُنکر اشراف مکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے عبداللہ بن زبیر جو حضرت سے پہلے مکہ میں پہنچ گئے تھے اپنی بیعت کی طرف لوگوں کو راغب کر رہے تھے اور لوگ ان کی طرف رجوع بھی کرنے لگے تھے مگر امام حسین علیہ السلام کے وہاں پہنچتے ہی ان کا رنگ پھیکا پڑنے لگا اگرچہ حضرت کا مقصد یہاں تشریف لانے سے ابن زبیر کی طرح بیعت لینا یا سلطنت حاصل کرنا نہ تھا بلکہ محض مسلمانوں کی ہدایت مقصود تھی تاہم ابن زبیر نے

حضرت کی طرف عام رجوع دیکھ کر اس بات کا یقین کر لیا کہ جب تک امام عالی مقام مکہ میں تشریف رکھیں گے ہمارے لیے کامیابی نہ ہوگی (حبیب السیر)

حضرت امام حسینؓ کا مکہ میں ہونا عبداللہ بن زبیر کو سخت گراں تھا وہ چاہتے تھے کہ اہل مکہ ان کے ہاتھ میں بیعت نہ کریں۔ لیکن امام حسین علیہ السلام کے وہاں جاتے ہی اہل مکہ بجائے ابن زبیر کے زیادہ تر حضرتؓ کی خدمت میں آنے جانے لگے۔ آپ ہی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے آپ ہی سے مسائل دین کو حل کرتے تھے۔ رنگ دیکھنے کے لیے عبداللہ بن زبیر خود بھی صبح و شام حضرت کی خدمت میں آتے جاتے تھے۔

اِدھر تو حضرت کے مکہ میں قیام پذیر ہونے سے ابن زبیر کھٹک رہے تھے اُدھر یزید کے تلووں سے لگی ہوئی تھی کہ اگر اہل مکہ نے امام حسینؓ سے بیعت کر لی تو میری سلطنت میں رخنہ پڑ جائے گا۔ اس نے ولید حاکم مدینہ کو اسی وجہ سے معزول کیا تھا کہ اس نے امام حسینؑ کو مدینہ سے بغیر بیعت لیے کیوں جانے دیا۔ ولید کی جگہ پر عمرو ابن سعید کو حاکم مدینہ بنایا گیا۔ اس نے عمر ابن زبیر کو شہر کا کوتوال مقرر کر کے عبداللہ ابن زبیر کے ساتھیوں کو خوب زدوکوب کرایا اِدھر تو مدینہ میں یزید کے

متعلق تدبیریں سوچی جارہی تھیں حضرت کو اس کا پتہ چل گیا تھا چنانچہ جب آپ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے نکلے تو فرزدق نے آپ سے دریافت کیا کہ حج کے زمانہ میں آپ کیوں مکہ سے باہر نکلے۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا "اگر میں جلد یہاں سے نہ نکلوں گا تو گرفتار ہو جاؤں گا"

(تاریخ طبری۔ صلاح النشاتین)

یہی وجہ تھی کہ امام حسین علیہ السلام نے طواف بیت اللہ وسعی وصفا و مروہ اور تحلیل احرام وغیرہ فرما کر اپنے حج کو عمرہ مفردہ سے بدل ڈالا اور مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہو گئے کیونکہ آپ اتمام حج تک وہاں ٹھہر نہ سکتے تھے آپ کو یہ خوف تھا کہ وہاں رہنے کی حالت میں آپ پہ سختی کی جائے گی جس سے مکہ کے اندر عین موسم حج میں فساد واقع ہوگا کیونکہ یزید نے بنی امیہ میں سے تیس ۳۰ آدمیوں کو حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ اسی لیے روانہ کیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کو جس حال میں پائیں قتل کر ڈالیں (ینابیع المودۃ)

مکہ سے روانگی کے وقت جب اہل مکہ نے باصرار آپ کو روکنا چاہا تو آپ نے بار بار ان کے جواب میں یہی فرمایا۔ میں وہ گوسفند بننا نہیں چاہتا جس کے ذبح ہونے سے حرمت خانہ کعبہ برباد ہو جائے

واللہ! اگر میں مکہ سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں تو یہ امر مجھے اس لئے کہیں زیادہ پسند ہے کہ ایک بالشت مکہ کے اندر قتل ہوں۔ خدا کی قسم اگر میں سوراخ مار و مور میں بھی پناہ لوں گا تو بنی اُمیہ مجھے وہاں سے بھی نکال کر قتل کر ڈالیں گے اور مجھ پر ایسا ہی ظلم کریں گے جیسا یہودیوں نے سبت کے بارہ میں کیا تھا۔

حضرت امام حسینؓ نے جو اپنے کو مکہ میں قتل ہونے سے اتنی کوشش کے ساتھ بچایا اس کی دو وجہیں تھیں اول یہ کہ حرمت کعبہ ضائع نہ ہو دوسرے حضرت رسولؐ خدا کی پیشین گوئی آپ کے پیش نظر تھی" مکہ میں ایک ایسا قریشی قتل کیا جائے گا جس پر تمام دنیا کا عذاب ہوگا۔ (کنز العمال) اور اسی کتاب میں دوسری روایت یہ بھی ہے کہ اگر اس شخص کا گناہ تولا جائے تو دونوں جہان کے گناہوں سے زیادہ ہوگا تیسری روایت یہ ہے کہ مکہ میں ایک سردار قریش کی قبر بنے گی جس کا نام عبداللہ ہوگا۔ اس پر نصف عالم کا عذاب ہوگا (کنز العمال صفحہ ۲۴۳)

پس اگر امام حسین علیہ السلام مکہ میں قتل ہو جاتے تو آپ کے دشمن اس پیشین گوئی کا تعلق آپ ہی سے کر دیتے اور پھر چاہے کتنے ہی عبداللہ بن زبیر وہاں قتل ہوتے لیکن وہ عبداللہ کا ابو عبداللہ ہی کو ...

۱۸۔ امام حسینؓ کی طلبی میں اہل کوفہ کے خطوط

بلاذری نے فتوح البلدان میں جو کوفہ کا حال درج کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوفہ ایک نہایت سرسبز و شاداب مقام ہے ۱۸ھ میں سعد ابن ابی وقاص نے یہاں ایک بہت بڑی اسلامی چھاؤنی بنائی تھی جس کی وجہ سے دو سال کے اندر ہی یہاں مستقل آبادی کی بنیاد پڑ گئی اہل عرب کے لیے جُدا جُدا محلّے قائم ہو گئے اور کوفہ ایک وسیع شہر اور حاکم عراق کا دارالحکومت بن گیا۔ شروع آبادی سے تین سال تک سعد ابن ابی وقاص کوفہ کا حاکم رہا۔ پھر اہل کوفہ نے حضرت عمر سے شکایت کی کہ سعد ان کو ٹھیک طور سے نماز نہیں پڑھاتا۔ اس پر حضرت عمر نے اسے معزول کر دیا اور عمّار یاسر حاکم بنائے گئے لیکن اہل کوفہ نے ان کو بھی پسند نہ کیا اور یہ الزام لگایا کہ یہ امور سیاست سے واقف نہیں آخر یہ بھی معزول ہوئے اور حضرت عمر نے اہل کوفہ سے تنگ آ کر کہا اہل کوفہ کا بھی عجیب حال ہے اگر کسی قوی کو ان پہ حاکم بناتا ہوں تو اسے فاجر بتاتے ہیں اور اگر کسی ضعیف کو مقرر کرتا ہوں تو اس کی تحقیر کرتے ہیں غرض کسی صورت سے چین نہیں لینے دیتے۔ الغرض عمّار کے بعد مغیرہ ابن شعبہ کو حاکم بنایا گیا اور حضرت عمر کی زندگی بھر

یہ حاکم رہے۔ حضرت عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو معزول کر کے پھر سعد کو حاکم بنا دیا۔ لیکن جب سعد سے خیانت عمل میں آئی تو حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ ابن ابی معیط کو حاکم مقرر کیا۔ پانچ سال تک یہ حکومت کرتا رہا۔ چونکہ اس کو شراب خواری کا چسکا پڑ گیا تھا لہذا اہل کوفہ کی شکایت کی بنا پر یہ بھی برطرف کیا گیا اور اس کی جگہ سعید بن العاص کو ملی۔ اہل عراق کے اور اس کے درمیان جب رفتہ رفتہ کشیدگیاں زیادہ بڑھیں تو ۳۴ھ میں کوفیوں نے سعید کو نکال باہر کیا۔ اب حضرت عثمان نے ابو موسیٰ اشعری کو بھیجا۔ اس کے زمانہ میں کوفیوں کی سرکشی اتنی بڑھی کہ اہل عراق نے عامر بن قیس کو جو ایک زاہد آدمی تھا اپنا وکیل مقرر کر کے دارالخلافت میں بھیجا اس نے حضرت عثمان سے کہا آپ سے معاملات سلطنت میں بڑی غلطیاں ہوئی ہیں اور اب مسلمان آپ کی حکومت کو برداشت نہیں کر سکتے لہذا آپ استعفا دیدیجئے۔ اس کے بعد اہل مصر اور اہل بصرہ کے ساتھ کوفی بھی اس ہنگامہ میں شریک ہوئے جس میں حضرت عثمان قتل ہوئے۔

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوفہ بغاوت و سرکشی کا مرکز تھا حضرت عثمان کا تو کیا ذکر حضرت عمر تک ان سے عاجز آ گئے تھے لیکن

قرار دے کر اپنے مواعظ اور حُسن سیاست سے اہل کوفہ کی ایسی اصلاح کی کہ جمل و صفین کے معرکوں میں وہ آپ کے ساتھ رہے۔ اگر معاویہ کی چالیں سدِّ راہ نہ ہوتیں تو یقیناً تمام کوفی حضرت علی علیہ السلام کے پوری طرح مطیع و فرمانبردار بنے رہتے۔ افسوس ہے کہ حضرت کے یکایک شہید ہو جانے سے عراق و حجاز میں ایک ہولناک انقلاب پیدا ہو گیا اور اسی حالت میں باغیوں نے بعض عراق سرداروں سے سازش کر کے دارالخلافت کی طرف فوجیں بڑھا دیں۔ جناب امام حسنؑ نے اس یورش کو روکنے کے لیے جو فوج بھیجی تھی باغیوں نے اپنی چالاکی سے اس میں تفرقہ ڈال دیا بلکہ خاص کیمپ میں ایسی شورش پھیلائی کہ حضرت امام حسنؑ کو سوائے صلح کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

معاویہ نے صلح کے بعد شرائطِ صلح پر ایک دن عمل نہ کیا اور عراق پر یکے بعد دیگرے ایسے حاکم مقرر کیے جنھوں نے تدبیر اور شمشیر سے کام لے کر دوستداران علیؑ کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا۔ اس خونریزی کے زمانہ میں صرف وہی شیعہ اپنی جان بچا سکے جن کے قبیلے اور جتھے قوی تھے یا وہ بچے جنھوں نے بحکم ضرورت دشمنوں سے بہ نرمی برتاؤ کیا۔ باوجود اس قتل و غارت کے لاکھوں شیعوں کی تعداد

عراق میں ہر جگہ سے زیادہ تھی۔

معاویہ کے مرنے کے بعد جب یزید بادشاہ ہوا تو شیعیان علیؑ نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر سلیمان بن صرد صحابی رسولؐ کے مکان پر ایک جلسہ کیا اور یہ طے کیا کہ اہلبیت اطہار کی نصرت جان و مال سے کرنی چاہیئے۔ چنانچہ سلیمان بن صرد، مسیبؓ ابن نجبیہؒ۔ رفاعہ ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر کی طرف سے ایک عرضی اس مضمون کی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجی گئی۔

الحمدللہ کہ آپ کا دشمنِ جبّار ہلاک ہوا۔ اب آپ ہماری رہنمائی کے لیے تشریف لائے۔ جس وقت آپ ادھر کا قصد فرمائیں گے ہم حاکم کوفہ کو کوفہ بلکہ حدود عراق سے نکال دیں گے۔ ہم اس سے بالکل جدا ہوگئے ہیں اور جمعہ و جماعت میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔

اس کے بعد مسلسل عرضیاں پہنچنے لگیں چنانچہ پانچ سو اکتیس خطوط اس سلسلہ میں حضرت کو موصول ہوئے۔ سب سے آخر میں ہانی ابن ہانی اور سعید بن عبداللہ اہل کوفہ کے سفیر بن کر پہنچے اور اس مضمون کی عرضی لائے کہ آپ آنے میں تاخیر نہ کیجئے۔ جلد آئیے۔ تمام لوگ آپ کے منتظر ہیں اور آپ کے سوا کسی کی امامت و خلافت پر رضامند نہیں۔ تذکرہ

تشریف نہ لائیں گے تو اس گناہ کا بار آپ پر رہے گا۔

جب یہ سب درخواستیں امام حسین علیہ السلام کے ملاحظہ سے گزر چکیں اور سفیروں نے زبانی بھی قابل اطمینان حالات ظاہر کیے تو امام علیہ السلام نے ایک خط لکھنے کا ارادہ کیا۔ اب تک آپ نے کسی ایک خط کا بھی جواب نہ دیا تھا۔ چنانچہ صاحب ناسخ التواریخ نے آپ کے خط کا مضمون یہ لکھا ہے۔

یہ خط حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے تمام مومنین و مسلمین کے نام ہے۔

آگاہ ہو کہ سب سے آخر میں ہانی اور سعید تم لوگوں کے خطوط لے کر آئے۔ میں نے تمھارے تمام خطوط بغور پڑھے۔ تم نے بالاتفاق یہ بات ظاہر کی ہے کہ ہم لوگوں کی ہدایت کے لیے کوئی امام نہیں۔ تم آؤ تو اُمید ہے کہ خدا ہم سب کو تمھاری رہنمائی سے راہ راست پر قائم رکھے۔ لہذا میں اپنے چچا زاد بھائی اور اپنے خاندان کے معتمد شخص **مسلم بن عقیل** کو بھیجتا ہوں اور ان کو میں نے حکم دیا ہے کہ وہ تمھارے حالات سے آگاہی حاصل کرکے مجھے مطلع کر دیں۔ پس اگر انھوں نے یہ لکھا کہ تم سب طالب حق اور نصرت حق پر آمادہ ہو اور تم میں جو لوگ صاحب عقل و فہم ہیں وہ سب اس بات پر متفق ہیں تو میں انشاء اللہ بہت جلد تمھارے پاس پہنچتا ہوں ...

واضح رہے کہ امام بس وہی امام ہے جو کتاب خدا کے مطابق عمل کرے اور عدل و راستی کے طریقہ پر قایم ہو اور اپنے نفس کو ہمیشہ احکام خدا و رسول کا پورا پابند رکھے والسلام۔

۱۹۔ حضرت مسلمؑ کی کوفہ کی طرف روانگی

حضرت مسلم علیہ السلام حضرت عقیل بن ابی طالب کے بڑے صاحبزادے تھے اور حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں آپ پیدا ہوئے تھے جناب امیر علیہ السلام کی صاحبزادی یعنی حضرت عباسؑ کی حقیقی بہن سے ان کی شادی ہوئی تھی۔

امام حسین علیہ السلام کو ان کی ذات پر بڑا بھروسہ تھا۔ حضرت نے انھیں کو بطور سفیر اور ایلچی کے کوفہ کی طرف بھیجنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ حضرت مسلمؑ اپنے دو صغیر السن بچوں کے ساتھ جو بغیر باپ کے نہ رہ سکتے تھے کوفہ کو روانہ ہوئے دو رہبر آپ کے ساتھ تھے۔ فتوحات اعثم کوفی میں لکھا ہے کہ اتفاق وقت سے رہبر راستہ بھول گئے اور غلطی سے ایک ایسے میدان میں جا پڑے جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ انجام کار یہ دونوں راہبر پیاس کی شدت سے مرگئے۔ اب حضرت مسلمؑ بہت پریشان ہوئے اور بے چین ہو کر ادھر اُدھر پانی کی تلاش میں دوڑے مگر کہیں

پانی نہ ملا۔ آخر کار ایک گاؤں میں پہنچ کر پانی پیا۔ ساتھیوں۔ مویشیوں اور گھوڑوں کو بھی پانی پلایا پھر کچھ دیر آرام لے کر جناب امام حسین علیہ السلام کے نام خط لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ یہ سفر مجھے مبارک نہیں معلوم ہوا فال بد معلوم ہوتی ہے۔ جب یہ خط امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ تم اپنے ارادہ کو ملتوی نہ کرو اور جو کچھ حکم دیا گیا ہے اُسے بجا لاؤ۔ میں نے اپنے نانا حضرت رسولؐ خدا سے سُنا ہے کہ ہم اہلبیتؑ کبھی فال نہیں لیتے اور نہ کسی کو اپنے سے فال لینے کی اجازت دیتے ہیں۔ پس تم میرا خط پاتے ہی روانہ ہو جاؤ اور پس وپیش کو راہ نہ دو۔ اس خط کے پڑھتے ہی حضرت مُسلمؑ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اور نہایت تیزی سے مسافت طے کرتے ہوئے کوفہ میں داخل ہوئے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کے گھر قیام فرمایا اور دوسری روایت یہ ہے کہ سلیمان بن صرد خزاعی کے یہاں ٹھہرے (البلاد المبین) اہل کوفہ نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اپنی نصرت و اطاعت کی طرف سے مطمئن بنا دیا۔ اٹھارہ ہزار اہل کوفہ سے بعیت لینے کے بعد حضرت مسلمؑ نے گیارہ ذیقعدہ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں اس مضمون کا خط بھیجا کہ یہاں اس وقت تک اٹھارہ ہزار آدمی میرے ہاتھ پر بعیت کر چکے ہیں

اب مناسب یہ ہے کہ آپ یہاں بہت جلد تشریف لایئے کیونکہ سب آپ کے مطیع ہیں اور سب نے یزید بن معاویہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

اس وقت نعمان بن بشیر کوفہ کا حاکم تھا چونکہ اس نے حضرت مُسلم کی طرف سے چشم پوشی کی لہٰذا ہوا خواہانِ یزید کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ انھوں نے یزید کو اطلاع دی کہ مسلم بن عقیل یہاں فوج جمع کر رہے ہیں اور کوفہ ہاتھ سے جایا چاہتا ہے اگر بچانا منظور ہے تو کسی ایسے شخص کو بھیج جو اس بگڑی ہوئی حالت کو درست کر سکے۔ یزید نے اس مضمون سے آگاہی حاصل کر کے عبیداللہ ابن زیاد کو جو اس وقت بصرہ کا حاکم تھا لکھا کہ اس حکم کے پہنچتے ہی تو فوراً کوفہ پہنچ اور مسلم ابن عقیل کو گرفتار کر کے جو سزا مناسب ہو وہ دے۔ ابن زیادہ یہ حکم پاتے ہی نہایت سرعت کے ساتھ کوفہ کی جانب روانہ ہوا۔

چونکہ ابن زیاد کا داخلہ شب کے وقت ہوا اور ان دنوں جناب امام حسین علیہ السلام کی آمد کی خبر گرم تھی اس لیے لوگوں کو دھوکا ہوا اور ہر طرف سے مرحبا مرحبا یا ابن رسولؐ کی آوازیں آنے لگیں۔ نعمان یہ شورش سن کر دارالامارہ میں بند ہو گیا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ ابن زیاد ہے تو قصر کا پھاٹک کھول دیا ابن زیاد اندر داخل ہوا اور اہل کوفہ جو خوش خوش اس کے ساتھ دوڑے

ابن زیاد نے دارالامارہ میں کوفہ کے رئیسوں اور قبیلوں کے سرداروں کو جمع کر کے پہلے تو بہت کچھ ڈرایا دھمکایا پھر ہر ایک کو حکم دیا کہ اپنے محلوں اور قبیلوں میں جس جس کو مخالف حکومت پائیں ان کے ناموں کی ایک فہرست تیار کریں ورنہ وظیفے بند اور معافیاں ضبط کر لی جائیں گی بلکہ چھپانے والا چاہے کیسا ہی معزز کیوں نہ ہو قتل کر دیا جائے گا اور اس کا گھر بار لوٹ لیا جائے گا۔ یہ سنتے ہی جو کوئی بنی اُمیہ کے ہوا خواہ تھے قوی دل ہو گئے اور ابن زیاد کے رعب داب اور جبر پسندی کی حکایتیں بیان کر کے لوگوں کے دلوں پر خوف بٹھانے لگے۔ ابن زیاد نے صرف ڈرانے دھمکانے ہی سے کام نہیں لیا بلکہ لوگوں کے گھر رشوت سے بھر دیے حضرت مسلم کے لیے جو خاص حکم دیا وہ ہم ناسخ التواریخ سے نقل کرتے ہیں۔

ابن زیاد اٹھا اور ایک جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کی اور پھر منبر پر جا کر کہنے لگا۔ لوگو! کیا تم نہیں دیکھتے کہ مسلمؑ بن عقیل نے جو ایک بے وقوف اور جاہل آدمی ہے کیسا فتنہ برپا کیا ہے۔ یاد رکھو مسلمؑ کو میں جس کے گھر میں پاؤں گا اس کا گھر لٹوا دوں گا اور اس کو بغیر قتل کرائے نہ چھوڑوں گا اور جو کوئی مسلم کو لا کر میرے سامنے حاضر کر دے گا اس کو دولت سے مالا مال کر دوں گا۔ لوگو! خدا سے ڈرو اور اطاعت سے منہ نہ موڑو۔ بیعت یزید کو توڑ کر اپنے کو ہلاکت میں

نہ ڈالو۔

ابن زیاد کی اس تقریر نے اہل کوفہ کو حد درجہ خائف بنا دیا اور وہ یکایک حضرت مسلمؑ سے پھر گئے۔ حضرت مسلمؑ ابھی تک مختار کے گھر میں مقیم تھے لیکن جب کوفیوں کی حالت بدلی ہوئی نظر آئی تو ہانی بن عروہ کے یہاں چلے گئے۔

۲۰۔ کوفہ کے واقعات اور حضرت مسلمؑ کی شہادت

جب حضرت مسلمؑ ہانی کے گھر مقیم تھے شریک بن اعور بھی وہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اتفاقاً وہ علیل ہو گیا۔ ابن زیاد نے اس کی علالت کی خبر سن کر کہلا بھیجا کہ میں تمہاری عیادت کو آؤں گا۔ شریک نے حضرت مسلمؑ سے کہا کہ جس وقت ابن زیاد آئے اور میرے پاس بیٹھے اور میں موقع پا کر پانی مانگوں تم فوراً نکل آنا اور اس کا کام تمام کر دینا۔ اس کے بعد کوفہ تمہارا ہے۔ دوسرے روز ابن زیاد آیا اور شریک نے موقع پا کر پانی مانگا اور دیر تک حضرت مسلمؑ کے نکلنے کا انتظار کرتا رہا مگر حضرت مسلمؑ نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔ جب ابن زیاد چلا گیا تو شریک نے حضرت مسلمؑ سے پوچھا کہ آپ نے ابن زیاد کو قتل کیوں نہ کیا انھوں نے

قتل ہونا ناپسند کیا۔ دوسرے حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ کسی کا اچانک مار ڈالنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔ یہ تھی خاندانِ رسالت کی پابندی شریعت۔ اگرچہ حضرت مسلمؑ معصوم نہ تھے لیکن انھوں نے اس قدر احتیاط برتی۔ تو سمجھ لینا چاہیے کہ حضرات معصومین ان معاملات میں کس قدر محتاط ہوں گے۔

اس واقعہ سے تین روز بعد شریک نے اسی مرض میں دنیا سے رحلت کی۔ اسی عرصہ میں ابن زیاد کا ایک مکار غلام معقل نامی نے جو شیعہ بنا پھرتا تھا حضرت مسلم کا پتہ لگایا اور ابن زیاد کو خبر دی کہ مسلمؑ ہانی کے گھر میں پوشیدہ ہیں۔ ابن زیاد نے اس خیال سے کہ مسلمؑ کی گرفتاری کے بعد شاید ہانی انکار کر جائے معقل کو ہانی کے گھر کچھ روپیہ دے کر بھیجا اور کہہ دیا کہ تو وہاں جا کر یہ کہنا کہ میں امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں انھوں نے کچھ روپیہ دیا ہے کہ مسلمؑ تک پہنچا دیا جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ جس ضرورت میں چاہیں صرف کریں میں مکہ سے بصرہ کی طرف جاتا ہوں اور وہاں سے فوراً کوفہ کی طرف پہنچتا ہوں معقل ہانی کے گھر آیا۔ ہانی بیچارہ ان عیاریوں اور مکاریوں کو کیا جانتا تھا۔ اس کو امام حسینؑ کا قاصد

اس کے بعد ابن زیاد نے اشتیاق ملاقات ظاہر کر کے ہانی کو اپنے پاس بلایا اور قید کر دیا۔ اب حضرت مسلمؓ ہانی کے گھر سے نکلے اور چند قبیلوں کی ایک جماعت کثیر کو ساتھ لے کر دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زیاد کو سخت ہراس ہوا۔ اُس وقت اس کے پاس چند سپاہی اور کچھ غلام تھے۔ ان کے علاوہ ابن زیاد نے اپنی پیش بینی سے مختلف قبیلوں کے تقریباً بیس سردار دارالامارہ میں بند کر رکھے تھے۔ انہوں نے اس نے انہی لوگوں سے کام لیا۔ جن پر اسے بھروسہ تھا ان کو چور دروازہ سے باہر نکالا کہ لوگوں کو بھڑکا کر مسلمؓ کے پاس سے ہٹائیں اور باقی سرداروں کو حکم دیا کہ کوٹھوں پر چڑھ کر حضرت مسلمؓ کے ساتھیوں کو بادشاہ وقت کے عتاب سے ڈرائیں۔ جو لوگ ڈرانے اور دھمکانے کے لیے کوٹھوں پر چڑھے تھے ان میں سب سے زیادہ گویا کثیر بن شہاب تھا اس نے چلا چلا کر کہنا شروع کیا کہ اے اہل کوفہ جاؤ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھو، مفت مصیبت میں نہ پڑو اور قتل سے بچو۔ امیر المومنین یزید کا لشکر سر پر آپہنچا ہے اور امیر ابن زیاد نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں کو واپس نہ جاؤ گے تو تمہارے وظیفے بند کر دیے جائیں گے اور تم کو دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ یہ باتیں سُن کر اہل کوفہ میدان چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے اور یہ حالت ہو گئی

عورتیں اور مرد آ آکر اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے ہاتھ پکڑتے تھے اور لے جاتے تھے۔ آخر کار نماز مغرب کے وقت تک حضرت مسلمؑ کا تمام لشکر منتشر ہو گیا اور صرف تیس شخص ان کے ساتھ شریک نماز ہوئے۔ اس کے بعد یہ بھی چل دیے اور حضرت مسلمؑ بالکل تنہا رہ گئے پریشان تھے کہ کہاں جائیں۔ ایک ضعیفہ نے جس کا نام طوعہ تھا ان کو اپنے مکان میں رات بسر کرنے کی اجازت دی۔

(العلام المبین صا۲۱)

جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ میدان صاف ہو گیا تو وہ اسی وقت باہر نکلا اور منادی کرائی کہ تمام معززین کوفہ اسی وقت جامع مسجد میں جمع ہوں۔ جب خوب مجمع ہو گیا تو اس نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ مسلمؑ باغی ہے جو اس کو پناہ دے گا قتل کیا جائے گا۔ پھر حصین بن نمیر کو جو کوتوال شہر تھا یہ حکم دیا کہ محلوں کی ناکہ بندی کر کے گھروں کی تلاشی لی جائے اور عمرو بن حریث کو فوراً فوج جمع کرنے کا حکم دیا۔

صبح کو طوعہ کے بیٹے نے ابن زیاد کو خبر دی کہ مسلمؑ میرے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو تین سو سپاہیوں کے ساتھ حضرت مسلمؑ کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ حضرت مسلمؑ نماز صبح پڑھ کر ابھی جا نماز ہی پر تشریف رکھتے تھے کہ دشمن آپہنچے۔ فوراً اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھی اور

ہتھیار لگائے اور باہر نکل کر اُس فوج سے ایسا لڑے کہ ڈیڑھ سو آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ باقی ڈیڑھ سو خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے ابن زیاد نے پانچ سو سوار پھر روانہ کئے۔ حضرت مسلمؓ نے ان میں سے بھی بہت سوں کو قتل کیا۔ اُن نامردوں نے دور سے پتھر برسانے شروع کئے لیکن واہ ری شجاعت اور استقلال کہ آپ نے اس جماعت کو بھی درہم برہم کر دیا۔ محمد بن اشعث نے ابن زیاد سے اور کمک مانگی اس نے کہلا بھیجا کہ مسلمؓ کو دھوکا دے کر پکڑ لو۔ چنانچہ محمد بن اشعث نے حضرت مسلمؓ کے پاس جا کر کہا اب ہم آپ کو پناہ دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تجھ پر اور تیری پناہ پر خدا کی مار۔ یہ سن کر ان نابکاروں نے تیروں اور پتھروں کی بوچھار شروع کر دی۔ جس سے آپ کا جسم جا بجا سے زخمی ہو گیا اور ایک پتھر پیشانی پر ایسا لگا کہ سارا چہرہ خون سے تر بتر ہو گیا (البلاغ المبین)

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت مسلمؓ زخموں سے چور ہو کر ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئے ایک ظالم نے موقع پا کر آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا اوپر کا ہونٹ کٹ گیا آپ نے اسی حالت میں اس شقی پر ایسا وار کیا کہ سر دس قدم پر جا گرا اور پھر اسی تلوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔

گھونٹ پانی مانگا۔ انھوں نے پانی کے بدلے یکبارگی آپ پر حملہ کر دیا۔
اس حالت میں بھی آپ نے بہت سوں کو قتل کیا اور پھر پانی مانگا۔
ایک شخص کو رحم آیا اور ایک کوزہ پانی کا لا کر دیا۔ لیکن منہ سے لگاتے
ہی تمام پیالہ خون سے بھر گیا اور کئی دانت بھی ٹوٹ کر پانی میں گر پڑے۔
یہ دیکھ کر آپ نے وہ پانی پھینک دیا۔ ناگاہ ایک شقی نے پیچھے سے آ کر
ایک نیزہ ایسا مارا کہ آپ زمین پر گر گئے۔ پھر چاروں طرف سے گھیر کر
اس بنی ہاشم کے شیر کو دشمنوں نے پکڑ لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے۔

ابن زیاد نے جھلّا کر پوچھا۔ تم نے خلیفہ وقت پر کیوں خروج کیا۔
آپ نے فرمایا خلیفۂ وقت اور امام زمانہ صرف حسینؑ علیہ السلام ہیں۔
میں نے جو کچھ کیا خدا کی رضا جوئی کے لیے کیا۔ یہ سُن کر ابن زیاد کو
طیش آگیا اور اس نے اپنے درباریوں سے کہا۔ تم میں سے کون ایسا
ہے جو مسلمؑ کو کوٹھے پر لے جا کر قتل کر دے۔

فتوحات اعثم کوفی میں حضرت مسلم اور ابن زیاد کی تقریر یوں
لکھی ہے۔

جب حضرت مسلمؑ ابن زیاد کے سامنے آئے تو کسی نے کہا امیر کو
سلام کرو۔ حضرت مسلمؑ نے کہا۔ یہ میرا امیر نہیں ہے جو میں اسے سلام
کروں۔ دوسرے اس وقت کا سلام مجھے کیا فائدہ دے سکتا ہے

اگر وہ مجھے چھوڑ دے گا تو سلام کر لوں گا۔ ابن زیاد نے کہا اگر یہ سلام بھی کرے گا تو بھی مارا جائے گا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو مجھے قتل کرے گا تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس سے پہلے تجھ سے بدتر لوگوں نے مجھ سے بہتر لوگوں کو قتل کیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا۔ اے نافرمان تو نے امام وقت پر خروج کیا۔ مسلمانوں کے درمیان اختلاف ڈالا اور فتنہ برپا کیا۔ فرمایا۔ تو جھوٹا ہے۔ معاویہ اُمت کے اجماع سے مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہوا تھا بلکہ دغابازی اور مکاری سے اس نے وصی رسولؐ سے خلافت کو چھینا تھا۔ یہی یزید کی حالت ہے۔ اور فتنہ برپا کرنے والا تو ہے اور تجھ سے پہلے تیرا باپ تھا۔ امید ہے کہ مجھے خداوند عالم بدترین شخص کے ہاتھ سے درجہ شہادت عطا کرے گا۔ خدا کی قسم میں راہ راست پر ہوں میری نیت اور اعتقاد میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی میں حسینؑ کو خلیفہ برحق اور یزید کو فاسق و فاجر جانتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا اگر تو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو قریش میں سے کسی شخص کو حکم دے کہ میری چند وصیتیں سن لے۔ اس نے عمر سعد کو حکم دیا۔ وہ حضرت مسلمؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو میں پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔

آپ نے فرمایا۔ میں اس شہر میں سات سو درہم کا قرضدار ہوں۔ جسے

قتل ہو جانے کے بعد میرا گھوڑا، میری زرہ اور ہتھیار بیچ کر یہ قرضہ ادا کر دینا دوسری بات یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو خط بھیج کر میرے حال سے مطلع کر دینا اور میری طرف سے لکھ دینا کہ ہرگز ہرگز عراق کی طرف تشریف نہ لائیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ بعد قتل میری لاش کو دفن کرا دینا۔ جب عمر سعد نے ابن زیاد سے ان وصیتوں کو بیان کیا تو اس ملعون نے کہا۔ گھوڑے اور اسلحے سے قرضہ ادا کرنے کے متعلق تو مجھے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن مسلم کی لاش پر بعد قتل بھی ہمیں اختیار حاصل ہوگا اور جو چاہیں گے کریں گے۔ اور ہاں حسینؑ بن علی کا معاملہ تو اگر وہ ہم پر حملہ نہ کریں گے تو ہم بھی نہ کہیں گے۔

الغرض ابن زیاد نے حضرت مسلم کے قتل کا حکم دیا۔ بکیر ملعون کے بیٹے نے اس خدمت کو اپنے ذمہ لیا اور حضرت مسلم کا ہاتھ پکڑ کر کوٹھے پر لے چلا۔ آپ ہر ہر قدم پر درود اور رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ پڑھتے چلے جاتے تھے جب اوپر پہنچے تو مکہ معظمہ کی جانب رخ کر کے باچشم اشکبار فرمایا۔ السلام علیک یابن رسول اللہ! تمنا تو یہی تھی ایک بار اور بھی دیدۂ شوق سے آپ کے جمال مبارک کو دیکھ لیتا لیکن افسوس کہ اب دنیا میں اس آرزو کا

اپنا کام تمام کر۔ اس لعین نے آپ کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ یہ واقعہ تیسری ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ کا ہے۔ اس کے بعد ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو دار پر کھینچا اور حضرت مسلم کے دونوں کم سن بچوں کو جن کے نام محمد و ابراہیمؑ تھے قتل کرایا (البلاد والمبین ص۵۶) اس شقی نے یہ بھی حکم دیا کہ حضرت مسلم کی لاش کو ہاتھی کے پیر میں رسّی باندھ کر عبرت خلائق کے لیے کوفہ کے گلی کوچوں میں کھینچتے پھریں۔ اوران کا سر یزید کے پاس دمشق میں بھیجدیا۔

۲۱ حضرت ہانی بن عُروہ کی شہادت

حضرت ہانی بن عُروہ بڑے ذی اقتدار اور نیکو خصال بزرگ تھے۔ جب ابن زیادہ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت مسلم ان کے گھر میں مقیم ہیں تو ان کو اپنے پاس بلایا اور چیں بجبیں ہو کر کہنے لگا۔ اے ہانی تم نے مسلم کو اپنے گھر میں رکھ چھوڑا ہے اور بہت سے لوگوں کو مسلح کر کے اپنے مکان کے اردگرد جمع کیا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان باتوں سے بے خبر ہوں۔ ہانی نے کہا مجھے ان امور کی بالکل خبر نہیں۔ ابن زیاد نے معقل غلام کو بلا کر کہا تم اسے پہچانتے ہو اب ہانی سمجھے کہ معقل حسینؑ کا قاصد نہیں تھا بلکہ ابن زیاد کا جاسوس تھا مجبوراً انھوں نے اقرار کیا

اور کہا اے امیر خدا کی قسم میں نے مسلمؑ کے بلانے کیلئے کسی شخص کو بھیجا
نہیں تھا نہ انھیں بلایا تھا نصف شب کے بعد وہ خود پناہ لینے کیلئے
میرے گھر آگئے تو مجھے پناہ نہ دینے سے شرم آئی۔ اب مجھے اس کا
حال معلوم ہوگیا اجازت دے کہ واپس جاکر ان سے عذر کروں کہ وہ کہیں
اور چلے جائیں اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان کو رخصت کہنے کے بعد
پھر حاضر ہو جاؤں گا۔ ابن زیاد نے کہا جب تک تم مسلمؑ کو حاضر نہ کرو گے
میرے پاس سے جا نہ سکو گے۔ ہانی نے کہا میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا
یہ بات تو نہ ازروے شرع درست نہ ازروے اخلاق کہ جس کو پناہ دی
ہو اُس کو دشمن کے حوالے کردیا جائے۔ اہل عرب کی مروت سے یہ
بات بہت بعید ہے۔ میں ان کو تیرے سامنے حاضر کرکے اس عار کو
ہرگز گوارہ نہ کروں گا۔ ابن زیاد نے غضبناک ہوکر کہا اگر تو ایسا
نہ کرے گا تو میں تیرا سر اُڑا دوں گا۔ ہانی نے کہا کس کی مجال ہے
جو میرے اوپر ہاتھ اٹھا سکے اگر تو ایسا خیال بھی دل میں لائے گا تو
میرے عزیزوں کی ایک بڑی جماعت تیرے گھر کو گھیر لے گی۔ ابن زیاد
نے کہا تو مجھے اپنے عزیزوں سے ڈراتا ہے۔ یہ کہہ کر ایک لوہے کی
موٹی سلاخ جو سامنے رکھی تھی ہانی کے منھ پر کھینچ ماری جس سے
ان کے ہونٹ اور ناک پھٹ کر خون بہنے لگا ...

ایک سپاہی تلوار لیے کھڑا تھا۔ ہانی نے اس کے قبضہ پر ہاتھ مار کر تلوار کو چھیننا چاہا مگر دوسرے سپاہی نے پکڑ لیا۔ ابن زیاد نے بڑھ کر ان کو گرفتار کر لیا اور اسی مکان کی ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ (اعثم کوفی) حضرت مسلمؑ کی شہادت کے بعد اس شقی نے حضرت ہانی کو شارع عام پر سولی دیدی۔

۲۲۔ محمد ابن کثیر کی شہادت

صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسلمؑ ہانی کے گھر سے یکہ و تنہا اس خیال سے نکلے کہ کہیں امن کی جگہ ملے تو سعید ابن احنف سے آپ کی ملاقات ہوئی اس نے پہچان کر کہا آپ اس وقت کہاں تشریف لیے جا رہے ہیں۔ فرمایا شہر کی پر آشوب حالت دیکھ کر میں اس ارادہ سے نکلا ہوں کہ کہیں امن کی جگہ پوشیدہ ہو جاؤں۔ سعید نے کہا آپ میرے ساتھ آئیے میں ایک محفوظ مقام پر پہنچائے دیتا ہوں چنانچہ وہ محمد ابن کثیر کے مکان پر لے کر آیا اور اس کو دستک دے کر بلایا جب ابن کثیر آئے تو ان سے کہا کہ یہ حضرت مسلمؑ ہیں یہ سنتے ہی وہ حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور بڑی تعظیم و تکریم سے ساتھ گھر میں لے گئے اور اپنے گھر کے تہ خانہ میں چھپا دیا اور آپ کی

راحت و آرام کے سامان مہیّا کر دیئے۔ جاسوسوں نے پتہ لگا کر ابن زیاد کو خبر دی۔ اس نے اپنے بیٹے خالد کو تھوڑی سی فوج دے کر محمد کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ وہ گیا اور محمد ابن کثیر کو مع ان کے بیٹوں کے گرفتار کر کے لے آیا۔ لیکن حضرت مسلم کو ہر چند ان کے گھر میں تلاش کیا کہیں نہ ملے۔ ابن زیاد نے محمد اور ان کے بیٹوں کو قید خانہ میں بھیج دیا محمد کی گرفتاری سے اشراف کوفہ میں ایک غیر معمولی ہیجان پیدا ہوا سلیمان ابن صُرد خزاعی، مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی اور رفاع بن عازب وغیرہ نے یہ مشورہ کیا کہ صبح کو لشکر جمع کر کے محمد ابن کثیر کو قید سے چھڑا لیا جائے۔

اتفاقاً اسی رات میں عامر بن طفیل بارہ ہزار فوج شام سے لے کر کوفہ میں داخل ہوا یہ وہی فوج تھی جس کو ابن زیاد نے یزید سے اپنی کمک کے لیے مانگا تھا۔ دوسرے دن ابن زیاد کے سامنے محمد کو پیش کیا گیا وہ ان کو دیکھتے ہی فحش گالیاں دینے لگا۔ محمد نے ڈانٹ کر کہا او بے ادب اپنی زبان کو سنبھال تیرا منہ نہیں کہ مجھ سے بات کر سکے۔ میں تجھ کو اور تیرے حسب و نسب کو خوب جانتا ہوں تیرے باپ کی نسبت ابو سفیان کی طرف بالکل غلط ہے یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اشراف کوفہ جن کی تعداد چالیس ہزار تھی محمد کی خلاصی کے لیے دارالامارہ کے دروازے پر موجود ہو گئے۔ کواڑ تو بند ہو ہی چکے تھے۔ انھوں نے

محاصرہ کر لیا۔ ابن زیاد نے لشکر شام کو ان کے مقابلہ کا حکم دیا اور خود محمد ابن کثیر سے کہنے لگا کہ اگر تو نے مسلم کو میرے حوالہ نہ کیا تو میں تجھ کو بغیر قتل کیے نہ چھوڑوں گا۔ انھوں نے کہا تیری کیا مجال کہ میرا بال بھی بیکا کر سکے۔ میں مسلم کو تیرے حوالہ نہیں کر سکتا۔ تجھ کو آگاہ ہونا چاہیے کہ میرے تیس ہزار مددگار ہیں اگر تو نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو تیرے ٹکڑے کر دیں گے۔ یہ سن کر ابن زیاد کو تاب نہ رہی اور وہ دوات جو اس کے سامنے رکھی تھی اٹھا کر محمد کی طرف پھینکی جس سے اُن کی پیشانی زخمی ہو گئی۔ محمد نے تلوار میان سے لے لی اور ابن زیاد کی طرف بڑھے۔ سپاہیوں نے ان کو پکڑ لیا۔ ابن زیاد کا غلام معقل ان کے سامنے آگیا محمد نے ایک تلوار مار اس کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ شجاعت دیکھ کر ابن زیاد وہاں سے اٹھ گیا اور غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر مار ڈالو۔ غلاموں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا۔ وہ بھی پے در پے ہر طرف حملے کرتے رہے اور ان میں سے دو کو مار ڈالا۔ اتفاق سے اُن کا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑے ابن زیاد نے موقع پا کر ان کو پکڑ لیا۔ محمد کے بیٹے بھی لڑائی میں مشغول تھے۔ ابن زیاد کی جماعت کو متفرق کر کے چاہتے تھے کہ دروازہ سے نکل جائیں۔ انھوں نے ابن زیاد کے اکیس سپاہیوں کو قتل کیا آخر ایک غلام نے اپنی تلوار سے انھیں بھی قتل کر ڈالا ابن زیاد نے

حکم دیا کہ محمد اور اس کے بیٹوں کے سر کاٹ کر اہل کوفہ کی جماعت میں پھینک دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس پر بھی کوفیوں نے لڑائی موقوف نہ کی اور صبح سے شام تک برابر اس کا سلسلہ جاری رہا جب شام ہو گئی تو سب لوگ اپنے گھروں کو واپس گئے (ناسخ التواریخ جلد ششم)

۲۳- عبداللہ بن یقطر کی شہادت

فتوحات اعثم کوفی میں ہے کہ ابن زیاد کے ایک غلام مالک بن یربوع نے آکر خبر دی کہ اے امیر میں اس وقت سیر کے لیے شہر سے باہر گیا ہوا تھا ایک شخص نہایت تیزی سے مدینہ کی طرف جاتا نظر آیا میں نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اور اس کو پکڑ لیا پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں مدینہ کا رہنے والا ہوں میں نے پوچھا تیرے پاس کوئی خط ہے اس نے اقرار نہ کیا۔ میں نے اس کے کپڑوں کی تلاشی لی۔ اس کے عمامہ میں ایک خط ملا وہ یہ ہے میں نے اس شخص کو امیر کے دروازے پہ پہرہ کے اندر دے دیا ہے۔

ابن زیاد نے خط کھول کر دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا۔

مسلم بن عقیل کی طرف حسین بن علی علیہ السلام کو معلوم ہو کہ میں کوفہ میں پہنچا تمام شیعوں سے ملا۔ ان سے آپ کی بیعت لی [illegible] اشخاص نے

برضا و رغبت آپ کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ میں نے ان کے نام لکھ لیے ہیں آپ اس خط کے پاتے ہی فوراً تشریف لے آئیے۔ تاخیر نہ فرمائیے کیونکہ کوفہ والے دل سے آپ کے خیر خواہ ہیں اور یزید بن معاویہ سے متنفر ہیں۔ والسلام

ابن زیاد نے کہا اس قاصد کو میرے سامنے حاضر کر۔ مالک جا کر لے آیا۔

ابن زیاد نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا میرا نام عبداللہ بن یقطر ہے اور میں دوستان بنی ہاشم میں سے ہوں۔ اس نے پوچھا یہ خط تجھے کس نے دیا تھا۔ کہا ایک بوڑھی عورت نے۔ پوچھا تو اس کا نام جانتا ہے۔ کہا نہیں۔ ابن زیاد نے کہا دو باتوں میں سے ایک بات کر۔ یا تو خط دینے والے کا نام بتا ورنہ اپنے قتل پر آمادہ ہو۔ اس نے کہا میں نام ہرگز نہ بتاؤں گا۔ مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ فوراً اسے قتل کر ڈالو۔ چنانچہ ایک غلام نے عبداللہ بن یقطر بیچارے کا سر تن سے جدا کر دیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

ناسخ التواریخ میں عبداللہ بن یقطر کا واقعہ اس طرح لکھا ہے۔ جب امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے نکل کر از ص حاجز تک پہنچے اور وہاں سے آپ نے بطن زبیہ کی طرف جانے کا قصد فرمایا

تو اُس وقت تک آپ کو حضرت مسلم کے متعلق کوئی اطلاع نہ ملی تھی اور آپ نہایت پریشان تھے۔ یہیں سے آپ نے ایک خط اہل کوفہ کو لکھ کر عبداللہ بن یقطر کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب عبداللہ قادسیہ میں پہنچے تو حصین ابن نمیر کے لشکر کے جاسوسوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور حصین کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا اس کی تلاشی لو کہ کوئی خط تو اس کے پاس نہیں ہے عبداللہ بن یقطر نے یہ سنا تو اس خط کو اس طرح چاک کر دیا کہ پڑھا نہ جا سکے حصین نے ان کے ہاتھ گردن سے باندھ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔

ابن زیاد۔ تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے۔

عبداللہ۔ میں شیعیان علیؑ اور دوستان حسینؑ میں سے ہوں۔

ابن زیاد۔ تو نے خط کو چاک کیوں کیا۔

عبداللہ۔ اس لیے کہ تو اس کو پڑھ نہ سکے اور اس میں جو کچھ لکھا تھا اس سے تجھے آگاہی نہ ہو۔

ابن زیاد۔ وہ خط کس کا تھا؟

عبداللہ۔ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط اہل کوفہ کی ایک جماعت کے نام تھا۔

ابن زیاد۔ ان کے نام کیا ہیں۔

عبداللہ۔ میں ان کے نام نہیں جانتا۔

ابن زیاد۔ تجھے ان کے نام بتانے ہوں گے اور علیؑ اور حسینؑ پر لعنت کرنی ہوگی نہیں تو میں تجھے مار ڈالوں گا

عبداللہ۔ میں اس جماعت کے نام تو بتاؤں گا نہیں البتہ تیرے دوسرے حکم کی تعمیل میں منبر پر جا کر جتنی لعنت تو کہے گا اتنی کر دوں گا۔

ابن زیاد نے ان کو اجازت دی عبداللہ نے بھرے مجمع میں پہلے تو خدا کی حمد و ثنا کی پھر جناب رسولؐ خدا اور ان کے اہلبیت پر صلوات بھیجی۔ اس کے بعد عبداللہ ابن زیاد اور اس کے باپ اور تمام بنی امیّہ پر لعنت کی۔ پھر کہا لوگو سنو میں حسینؑ کا قاصد ہوں میں نے ان کو بطن زبیّہ کی منزل میں چھوڑا ہے۔ بس تم لوگ اپنے امام کی اطاعت اختیار کرو۔ اتنا سننا تھا کہ ابن زیاد سناٹے میں آگیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کو منبر سے اتار لو۔ چنانچہ عبداللہ منبر سے اتارے گئے اور ان کو کوٹھے پر لے جا کر قتل کیا گیا۔ لاش کو کوٹھے سے نیچے اس طرح پھینکا گیا کہ انکی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔

۲۴۔ رشید ہجری کی شہادت

رشید ہجری حضرت علی علیہ السلام کے معزز اصحاب میں شمار ہوتے تھے

خاندان رسالت سے ان کو دلی محبت تھی۔ باوجودیکہ کوفہ میں ابن زیاد کے ظلم نے قیامت برپا کر رکھی تھی شیعیان علیؑ چن چن کر مارے جارہے تھے مگر یہ بزرگ فضائل اہلبیت بیان کرنے سے ذرا نہ چوکتے تھے۔ جب یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے رشید کو بلا بھیجا اور اُن سے کہا۔ بتاؤ (معاذ اللہ) تمہارے جھوٹے امام نے تم کو موت کی صورت بتائی ہے۔ رشید علیہ الرحمۃ نے نہایت بیباکی سے جواب دیا کہ تیرے منہ میں خاک میں جھوٹا نہ میرا امام جھوٹا میری موت کی نسبت میرے امام برحق نے خبر دی ہے کہ تو مجھ سے کہے گا کہ ان حضرات پر لعنت کروں اور میں اُسے قبول نہ کروں گا۔ پس تو میری زبان اور ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گا۔ اس شقی نے کہا بخدا میں تمہارے امام کو جھٹلاتا ہوں۔ پس اس نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں تو کاٹ ڈالو مگر زبان نہ کاٹو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ان کو بیکار بنا کر گھر بھیجدیا۔ یہ واقعہ سُن کر بہ کثرت لوگ ان کے پاس آئے اور ان کی حالت پر افسوس کرنے لگے۔ رشید نے ان سے امیر المومنین علیہ السلام کے ارشادات بیان کیے اور آیندہ کے وہ واقعات بھی سنائے جو ان کو حضرت علی علیہ السلام سے معلوم ہوئے تھے۔ غرضکہ فضائل اہلبیتؑ کا نشر خوب خوب کیا۔ لوگوں نے ابن زیاد کو اس کی خبر پہنچائی کہ رشید کے وعظ و پند سے لوگوں کے دل خاندان رسالت کی طرف بہت مائل ہو گئے ہیں

قریب ہے کہ شہر میں کوئی فتنہ برپا ہو جائے۔ اُس ملعون نے جواب دیا کہ اس کے امام نے جھوٹ نہیں کہا تھا جاؤ اور اس کی زبان کاٹ لو۔ پس رشید رضی اللہ عنہ کی زبان بھی کاٹ ڈالی گئی اور وہ بزرگ اسی رات کو واصلِ جنت ہوئے۔

۲۵۔ میثم تمار کی شہادت

جلاء العیون جلد دوم میں علامہ مجلسی میثم تمار رضی اللہ عنہ کا واقعہ معتبر اسناد سے یوں تحریر فرماتے ہیں۔

میثم تمار بنی اسد کے غلام تھے۔ حضرت علیؑ نے ان کو خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیا تھا۔ انھوں نے جناب امیر کی خدمت میں رشید ہجری اور دیگر صحابہ کی طرح سالہا سال تعلیم پائی تھی اور علم تفسیر و حدیث میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ عبداللہ بن عباس کو علم تفسیر کے متعلق اپنے اخیر زمانہ میں بہت کچھ بتلا گئے تھے۔ میثم تمار ان بزرگوں میں سے تھے جن کو حضرت علیؑ نے واقعہ کربلا کی پوری کیفیت تفصیل کے ساتھ بتلا دی تھی۔ رشید ہجری کی طرح ان کی موت کے حالات سے بھی اطلاع دیدی تھی۔ چنانچہ جب آخر سال یہ مکہ میں حج کے ارادہ سے آئے تو ... سے حضرت ام سلمہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے

اور امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا شوق ظاہر فرمایا۔ امام علیہ السلام چونکہ مدینہ سے تشریف لے جا چکے تھے لہذا زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ انھوں نے حضرت ام سلمہ سے امام حسین علیہ السلام کے واقعات بطور پیشین گوئی بیان کیے حضرت ام سلمہ رض نے اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ ان کی ریش کو معطر کر دے۔ عرب میں یہ بہت بڑی تعظیم اور اظہار تواضع کی علامت تھی۔ کنیز نے فوراً تعمیل حکم کی۔ حضرت ام سلمہ کی یہ شفقت دیکھ کر جناب میثم نے فرمایا آج آپ میری ریش کو معطر فرما رہی ہیں لیکن وہ وقت قریب آگیا ہے کہ محبت اہلبیت میں یہی داڑھی خون سے رنگین کی جائے۔

الغرض جناب میثم حج سے فارغ ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو معرّف[1] کوفہ نے کہنے لگے۔ بہت جلد ایک حرام زادہ بنی امیہ میں سے مجھے طلب کرے گا اور تو اس سے مہلت چاہے گا۔ آخر مجھے اس کے پاس لے جائے گا یہاں تک کہ عمرو ابن حریث کے دروازہ پہ مجھے سولی دی جائیگی پس ابن زیاد ملعون جب کوفہ میں آیا اور معرّف کو بلا کر میثم کا حال پوچھا۔ معرف نے کہا وہ حج کو گئے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا اگر تو ان کو حاضر نہ کریگا

---

1. معرّف اس شخص کو کہتے ہیں جو بادشاہ یا امیر کے آگے ناواقف لوگوں کے نسب سے آگاہ کرتا چلتا تھا۔

تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ پس معرف نے مہلت مانگی۔ پھر میثم کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ جب میثم سامنے آئے تو حاضرین دربار نے کہا کہ یہ علی بن ابی طالبؑ کے بڑے مقربین میں سے تھے۔ ابن زیاد نے کہا۔ اس عجمی کو وہ اپنا مقرب بنائے ہوئے تھے۔ پھر اس نے میثم سے مخاطب ہو کر کہا۔

ابن زیاد۔ بتاؤ تمہارا پروردگار کہاں ہے؟

میثم۔ ظالموں کی گھات میں ہے اور تو انہی ظالموں میں سے ہے۔

ابن زیاد۔ (غصہ ہو کر) اے عجمی! تجھ کو یہ جرأت ہو گئی کہ میرے سامنے اس طرح کلام کرتا ہے۔ اچھا اب ابو تراب پر لعنت کر۔

میثم۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو تو کیا کرے گا؟

ابن زیاد۔ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

میثم۔ میرے مولا علی بن ابی طالبؑ نے خبر دی ہے کہ تو عمر ابن حریث کے دروازہ پر مع نو آدمیوں کے سولی پر لٹکائے گا۔

ابن زیاد۔ میں تیرے امام کے قول کو جھوٹا ثابت کرتا ہوں

میثم۔ تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ انھوں نے جو کچھ بیان فرمایا ہے حضرت رسولؐ خدا سے سن کر فرمایا ہے۔ پس تو کیونکر ان کی مخالفت کر سکتا ہے۔ میں جانتا ہوں جس طرح تو مجھے قتل کرے گا

ور وہ جگہ بھی جانتا ہوں جہاں تو مجھے سولی دے گا اور اسلام میں سب سے پہلے جس کے منھ پر لگام چڑھائیں گے وہ میں ہی ہوں گا۔

پس ابن زیاد نے میثم اور مختار دونوں کو قید کر دیا۔ قید خانہ میں میثم نے مختار کو خبر دی کہ تم چھوٹ جاؤ گے اور خون حسینؑ کا بدلہ لو گے اور ابن زیاد کو قتل کرو گے الغرض چند روز بعد ابن زیاد نے یزید کے حکمنامہ کی بناء پر مختار کو تو رہا کر دیا اور میثم کو بلا کر حکم دیا کہ عمر بن حُریث کے دروازہ پر انھیں سولی پر لٹکا دو۔ پس اس وقت عمر ابن حُریث نے جانا کہ وہ جو مجھ سے میثم نے کہا تھا کہ اپنے ہمسایہ کی رعایت کرنا اس سے مراد یہی وقت ہے۔ پس اپنی کنیز کو حکم دیا کہ ان کی سولی کے نیچے جھاڑو دے اور خوشبو روشن کر۔ میثم نے فضائل اہلبیت بیان کرنے شروع کیے اور بنی اُمیہ پر لعنت کی۔ ابن زیاد کو جب اس کی خبر ملی تو حکم دیا کہ ان کے منہ میں لگام چڑھائی جائے تاکہ بول نہ سکیں جب ان کو سولی پر چڑھے تین دن گزر گئے تو ابن زیاد ملعون آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تھا اس سے جناب میثم کا پہلو چاک کر دیا۔ آخر روز ان کی ناک سے اتنا خون بہا کہ تمام داڑھی اس سے تر ہوگئی اور اسی حالت میں وہ مومن کامل راہی جنت ہوئے

۲۶۔ پسران حضرت مسلمؑ کی شہادت

حضرت مسلمؑ کے ساتھ ان کے دو کم سن بچے بھی کوفہ گئے تھے جب حضرت مسلمؑ شہید ہو گئے تو وہ بچے خوف زدہ ہو کر اپنی قیام گاہ سے نکل پڑے۔ چھوٹے چھوٹے سن۔ پرایا دیس۔ راستوں سے ناواقف دشمنوں کا خوف۔ گرتے پڑتے۔ بھوکے بھٹکتے گلی کوچوں میں چلے جا رہے تھے۔ کسی کو بتا نہ سکتے تھے کہ ہم مسلم بن عقیل کے فرزند ہیں کیونکہ ابن زیاد نے ان کی تلاش میں چاروں طرف آدمی روانہ کر رکھے تھے۔

رات کی تاریکی نے گھیرا اور بیکس بچوں کو کہیں پناہ کی جگہ نظر نہ آئی۔ پریشان حال ایک محلے سے گزر رہے تھے کہ ایک عورت دروازہ پر کھڑی نظر آئی بچوں نے منت کے ساتھ کہا۔ ہم پردیسی ہیں رات سر پر آگئی ہے۔ راستے دیکھے ہوئے نہیں اگر رات کی رات ہمیں اپنے گھر میں ٹھہرا تو بڑا احسان ہو۔ ان کی بیکسی و بے بسی اور بھولی بھولی صورتوں پر اُسے رحم آگیا پوچھا تم کون ہو۔ انھوں نے دُکھ بھری آواز میں کہا ہم مسلم بن عقیل کے فرزند ہیں۔ یہ سن کر مومنہ کو رحم آگیا اور شفقت کے ساتھ گھر میں لے گئی۔ منہ ہاتھ دھلایا۔ کھانا کھلایا اور ایک حجرہ میں دونوں کو سلا دیا۔ رات کو حارث ملعون جو

دھمن کا داماد تھا اور ابن زیاد کے انعام کی خواہش میں تمام دن ان بچوں کو

ڈھونڈھتا پھرا تھا اپنے گھر میں آیا اتفاقاً بچوں نے خواب میں اپنے باپ کو

دیکھا دونوں بھائی گلے مل کر رونے لگے ان کے رونے کی آواز حارث کے

کان میں پہنچی۔ گھبرا کر حجرہ کے اندر گیا۔ دیکھا تو وہاں دو بچے ہیں۔ پوچھا

تم کون ہو۔ اُنھوں نے ڈر کر کہہ دیا کہ ہم مسلم بن عقیل کے فرزند ہیں۔

حارث یہ سن کر خوش ہو گیا اور دونوں کو پکڑ کر باہر نکال لایا۔ اس وقت تو

ستون در سے کس کر باندھ دیا صبح ہوئی تو قتل کرنے کے لیے دریا پر

لے چلا۔ ہر چند اس کی زوجہ نے منت سماجت کی کہ یہ میرے مہمان ہیں۔

سیدزادے ہیں۔ غریب الوطن ہیں مگر اس نے ایک نہ سنی اور کشاں

کشاں دریا پر لے جا کر دونوں کو قتل کر دیا۔ لاشے تو دریا میں ڈال دیے

اور سروں کو لے کر دربار ابن زیاد میں گیا۔ اس نے بچوں کی بھولی بھولی

صورتیں دیکھ کر کہا او ظالم تجھے ان پر رحم نہ آیا۔ اگر تو ان کو زندہ پکڑ کر

لاتا تو بیشک میں تجھے انعام دیتا لیکن چونکہ تو نے انتہائی شقاوت سے

کام لیا ہے اس لیے تجھے کوئی انعام نہیں دیا جا سکتا۔

۲۰۔ مکہ معظمہ سے امام علیہ السلام کی روانگی

جس طرح مدینہ سے روانگی کے وقت بہت سے لوگوں نے

حضرت امام حسین علیہ السلام کو روکنا چاہا تھا۔ اسی طرح مکہ معظمہ سے نکلتے وقت بھی بہت سے لوگ مانع ہوئے لیکن حضرت اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور ہر ایک کو اس کی فہم کے مطابق جواب دیدیا۔ چونکہ وہ زمانہ حج کا تھا اور مکہ معظمہ میں خاص و عام ہر طرح کے آدمی جمع تھے لہذا وہ سب ہی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کرتے تھے کہ آپ عراق کا جانا ملتوی کریں۔ حضرت ان سے فرماتے تھے جو میں جانتا ہوں اس کو تم نہیں جانتے۔ عبداللہ ابن جعفر۔ عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ بن عمر وغیرہ کے طولانی مکالمے تاریخی کتابوں میں درج ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سب نے بالاتفاق یہی صلاح دی کہ آپ اپنی جان بچا کر کسی اور طرف چلے جائیے لیکن عراق کی طرف کا قصد نہ کیجئے۔ حضرت نے فرمایا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ بنی اُمیہ مجھے کسی جگہ چین سے نہ بیٹھنے دیں گے۔ وہ خواہ مخواہ مجھ سے چھیڑ چھاڑ کریں گے اور جہاں کہیں پوشیدہ ہوں گا مجھے ڈھونڈھ نکالیں گے وہ مجھے بیعت یزید پر مجبور کریں گے اور یہ امر مجھے کسی طرح منظور نہیں لامحالہ میں قتل کیا جاؤں گا میں اپنے نانا حضرت رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھ چکا ہوں انھوں نے جس امر پر مجھے مامور فرمایا ہے اس کو میں ضرور بجا لاؤں گا اور وہ چونکہ اسرار الہیہ

الغرض حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے عراق کی طرف تشریف لے چلے شہر سے کچھ دور گئے تھے کہ حضرت عونؑ و محمدؑ حضرت عبداللہ بن جعفر کے صاحبزادے اپنے باپ کے فرستادہ مع اُن کے خط کے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت عبداللہ نے اپنے خط میں لکھا تھا۔

میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس وقت میرا خط آپ کو ملے سفر عراق کا ارادہ ملتوی فرمائیے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ آپ کسی سخت مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائیں اور اہلبیت کو پریشانی اٹھانی پڑے آپ کی عزیز ذات ایسی نہیں کہ دشمن اس کو مصیبت میں ڈالیں اور دوست خاموشی سے دیکھیں۔ اگر آپ نہ ہوں گے تو نور خدا دنیا سے رخصت ہو جائے گا کیونکہ آپ نور خدا ہیں اور مسلمانوں کے لیے نور ہدایت ہیں اور مومنوں کی امید گاہ ہیں۔ آپ سفر میں جلدی نہ فرمائیے۔ عنقریب میں بھی پہنچتا ہوں۔

جب اس خط کا جواب آنے میں دیر ہوئی تو حضرت عبداللہ منزل تنعیم میں جو مکہ سے پہلی منزل تھی تشریف لائے اور اپنے کلمات کا خدمت مبارک میں اعادہ فرمایا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا میں حضرت رسولؐ خدا کے حکم کے مطابق ایک ایسے امر کی تعمیل کے لیے جا رہا ہوں جس کو میں کسی پر جب تک زندہ ہوں ظاہر نہیں کر سکتا۔ حضرت عبداللہ

یہ سن کر خاموش ہو رہے اور اپنے صاحبزادوں کو بلا کر وصیت کی کہ امام حسین علیہ السلام کی رکاب سے کسی وقت جُدا نہ ہوں۔

اب ہم ذیل میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات ہر ہر منزل کے درج کرتے ہیں۔

۲۔ منزل ذات العرق۔ منزل تنعیم سے جو کہ معظمہ سے پہلی منزل تھی کوچ کر کے منزل ذات العرق میں پہنچے۔ یہ مقام چار فرسخ دور ہے ہمارے ہندوستانی کوس تقریباً ۱۲ ہوتے ہیں اسی منزل میں عرب کا مشہور شاعر فرزدق آپ کی زیارت سے مشرف ہوا اس شاعر کا اصلی نام ہمام ابن غالب ہے یہ اپنی ماں کو حج کرانے لیے جا رہا تھا۔ ذات العرق کی منزل پر پہنچکر اس نے دور تک خیمے نصب دیکھے جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین کا قافلہ ہے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ فرزدق تسلیم بجا لا کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے بڑے اخلاق سے اس کو پاس بٹھایا۔ اس نے کہا فرزند رسولؐ آپ نے اتنی کیوں جلدی فرمائی کہ بغیر ادا سے حج سفر کا ارادہ کر لیا۔ فرمایا اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار ہو جاتا۔ ب یہ بتاؤ کہ اہل کوفہ کا

وہ دل سے تو آپ کو دوست رکھتے ہیں اور آپ کے دیدار کی تمنا کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب لڑائی کا وقت آئے گا تو وہی تلواریں کھینچکر آپ کے مقابل آجائیں گے اور آپ کو قتل کریں گے۔ حضرت نے فرمایا جو کچھ تو نے کہا وہ ٹھیک ہے۔ آیندہ اور گزشتہ سب اسی قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے اور ہر روز اس کے لیے ایک نئی شان ہے۔ اگر اس کا حکم ہمارے مقصد کے مطابق ہو تو ہم اس کا شکریہ ادا کریں گے اور وہی شکر وسپاس کی قوت عطا کرنے والا ہے اور اگر ہمارے مقصد کے مطابق اس کا حکم جاری نہ ہوا تب بھی وہ اپنے فضل سے کبھی ان لوگوں کو دور نہ کرے گا جو اس کی راہ کے سالک اور پرہیزگاری کے راستے کے چلنے والے ہیں۔ فرزدق امام علیہ السلام کا یہ بلیغ جواب سُن کر حیران ہو گیا اس نے نہایت ادب سے خدمت میں عرض کی خدا آپ کے مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور جن امور سے آپ کو اندیشہ ہے ان میں آپ کی اعانت کرے اس کے بعد فرزدق نے حج کے متعلق چند ضروری مسائل دریافت کیے اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

۳۔ **منزل ثعلبیہ** ۔ اس منزل میں ابو ہرہ سے ملاقات ہوئی جب اس نے بھی حضرت سے وہی سوال کیا جو فرزدق نے کی تھا تو آپ نے جواب میں

فرمایا بنی اُمیّہ نے میرے حقوق کو غصب کر لیا میں نے صبر کیا۔ وہ علانیہ ہم کو سب و شتم سے یاد کرتے رہے میں نے صبر کیا۔ لیکن جب وہ میرے قتل کے درپے ہوئے تو میں نے مجبور ہو کر نکل جانیکا قصد کیا۔ خدا کی قسم یہ فرقہ گمراہ مجھے ضرور قتل کرے گا اور خدا ان پر اپنے قہر کو مسلط کرے گا اور ایسے لوگوں کو ان پر حکمراں بنادے گا جو ان کو شہر سبا کے آدمیوں سے بھی زیادہ ذلیل و خوار کریں گے جبکہ ان پر ایک عورت (بلقیس) کو حاکم بنا دیا تھا جو اُن کے جان و مال کا اختیار رکھتی تھی۔

اسی منزل میں طرّماح بن حکم نے ملاقات کی اور کہا اگر آپ کوفہ میں داخل ہوں گے تو وہ لوگ آپ کو زندہ نہ چھوڑیں گے حضرت نے فرمایا چونکہ میں وہاں پہنچنے کا وعدہ کر چکا ہوں لہٰذا وعدہ خلافی نہ کروں گا۔ طرّماح اس وقت تو اپنے وطن کو چلے گئے لیکن پھر اپنے تمام معاملات کو ٹھیک کر کے اس قصد سے چلے کہ نصرت حسینؑ کریں مگر جب انھوں نے راستہ ہی میں شہادت امامؑ کی خبر سنی تو سب بے نیل مرام واپس ہو گئے۔

اسی منزل سے حضرت نے عبداللہ بن یقطر کو قاصد بنا کر کوفہ بھیجا تھا۔ ان کا مفصل حال ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اسی منزل سے

حضرت کو کوفہ کا راستہ مخدوش نظر آنے لگا تھا۔ ابن زیاد نے حصین ابن نمیر کی ماتحتی میں ایک بڑی فوج بھیج کر تمام راستوں کی ناکہ بندی کرا دی تھی تاکہ کوئی شخص امام حسینؑ کی مدد کو نہ جا سکے اور خود امام حسین علیہ السلام بھی سوائے کوفہ کے کسی دوسری طرف کا قصد نہ کر سکیں شام اور بصرہ کے راستوں کو خاص طور سے روکا گیا تھا۔ ابن نمیر نے قادسیہ کو اپنی لشکرگاہ بنایا تھا۔ اس کے سوار جا بجا راستوں میں گھوم رہے تھے۔ ابن زیاد کا مقصد یہ تھا کہ امام حسینؑ کسی نہ کسی طرح میرے سامنے کوفہ آئیں تاکہ تمام سلطنت میں اس کی قوت و شوکت کی شہرت ہو اور وہ حضرت کو اچھی طرح ذلیل کرے۔

منزل ثعلبیہ سے آگے بڑھتے ہی جا بجا لوگوں کی مختلف جماعتیں حضرت کو نظر آنے لگیں۔ راستہ میں جن لوگوں سے آپ راستوں کی کیفیت دریافت کرتے تھے وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے کہ آج کل تمام راستے مسدود ہیں نہ کوئی شخص باہر جا سکتا ہے نہ باہر سے اندر آ سکتا ہے۔

۴۔ **منزل واقصیہ**۔ اسی منزل پر زہیر بن قین حضرت امام حسین علیہ السلام کے قافلہ میں شامل ہوئے۔ یہ قوم فرزندہ اور

قبیلۂ بجیلہ کے رئیس اور شہر کوفہ کے ممتاز باشندوں میں سے تھے۔ مکہ معظمہ سے وہ امام علیہ السلام کے ہمسفر تھے مگر بنی اُمیّہ کے خوف سے منزل پر پہنچکر ایک جگہ خیمہ نہیں کرتے تھے۔ منزل ثعلبیّہ تک تو ایسا ہی ہوتا آیا مگر یہاں پہنچکر زہیر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ناشتہ کے لیے دسترخوان پر بیٹھ چکے تھے کہ امام حسینؑ کا قاصد ان کو بلانے کے لیے آیا۔ اس طلبی پر وہ سب لوگ سخت پریشان ہوئے کہ جائیں یا نہ جائیں یہ حال دیکھ کر زہیر کی بی بی کہنے لگیں بڑے افسوس کی بات ہے کہ فرزند رسول اپنا خاص آدمی بھیج کر بلائیں اور تم جانے میں پس و پیش کرو۔ اتنا سننا تھا کہ زہیر اٹھ کھڑے ہوئے اور فوراً خدمت امام میں حاضر ہو گئے حضرت دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ اس گفتگو کا زہیر پر ایسا اثر ہوا کہ انھوں نے وہاں سے واپس آتے ہی حکم دیا کہ یہاں سے خیمے اکھاڑ کر امام حسینؑ کے خیموں کے پاس نصب کیے جائیں۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی خوش عقیدہ بی بی سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی اور تجھ کو اپنے میکے جانے کی اجازت ہے میں نہیں چاہتا کہ تو قید ہونے اور لوٹے جانے کی مصیبتیں اٹھائے یہ سب میرا مال حاضر ہے اس کو اپنے ساتھ لے جا اس نیک معظمہ نے کہا

سبحان اللہ تم تو نصرت فرزند رسولؐ میں اپنی جانبازی کے جوہر دکھاؤ اور میں ان سے جدا ہو جاؤں۔ ہرگز نہ ہوگا میں بھی خاتون خاندان کی خدمت میں رہ کر سعادت حاصل کروں گی۔ زہیر یہ سُنکر خاموش ہو گئے۔ غرضکہ اس وقت سے حضرت زہیر مع اپنی بی بی کے خدمت امام میں حاضر رہے اور آپ کے ساتھ معرکہ کربلا میں درجہ شہادت حاصل کیا۔

۵۔ منزل خزیمیہ۔ اسی منزل پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلمؑ و ہانی ابن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کی مصیبتناک شہادت کی خبریں موصول ہوئیں۔

۶۔ منزل زبالہ۔ اس منزل پر پہنچ کر ایک شخص کوفہ کی طرف سے آتا نظر آیا اس سے حال پوچھا تو اس نے کہا آپ کا یہاں سے ایک قدم بڑھنا بھی قرین مصلحت نہیں ہے بہتر ہے کہ آپ واپس ہوں۔ آج کل کوفہ کا حال بہت خراب ہے۔ میں نے مسلمؑ اور ہانی کی شہادت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے بلکہ ان کی لاشیں گلی کوچوں میں کھنچتے دیکھی ہیں۔ حضرت امام حسینؑ نے یہ باتیں سُن کر فرزندان عقیل کی طرف دیکھا وہ مصیبت زدہ یک زبان ہو کر کہنے لگے واللہ ہم بغیر بدلہ لیئے یہاں سے ایک قدم

نہ ہٹیں گے تاوقتیکہ ہم بھی اپنے بھائی کی طرح شہید نہ ہوجائیں

فتوحات اعثم کوفی میں ہے کہ حضرت مسلمؑ کی ایک کم سن لڑکی کو

جو اُن سے بہت مانوس تھی اور جس کا نام "رُقیہ" تھا حضرت

امام حسینؑ نے اپنے پاس بلا کر معمول سے زیادہ پیار کیا۔ اس

بچی نے پوچھا آج اس غیر معمولی شفقت کا کیا سبب ہے ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ شاید میرے پدر بزرگوار عالم غربت میں قتل

کر دیے گئے۔ اس کی یہ بات سُن کر امام کو تاب ضبط نہ رہی

بے اختیار ہو کر رونے لگے۔ پھر کیا تھا تمام اہلبیت میں خبر

پہنچ گئی اور ایک کہرام بپا ہوگیا۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ اسی

منزل زبالہ پر حضرت نے اپنے تمام ہمراہیوں کو جمع کر کے فرمایا

جو لوگ تلواروں کی آنچ اور نیزوں کی بھالوں کا تحمل کر سکیں

وہ تو ہمارے ساتھ رہیں اور جن میں اس کی طاقت نہ ہو وہ

علیحدہ ہو جائیں حقیقت یہ ہے کہ عرب کے بہت سے لالچی

لوگ جن کو حضرتؑ کے سفر کی اصلی غرض معلوم نہ تھی اس لیے

حضرتؑ کے ساتھ ہو گئے تھے کہ مال غنیمت ہاتھ آئے گا لیکن

اس منزل پر حضرتؑ نے اپنے سفر کی اصلی غرض بیان کردی

تو وہ سب گھبرا اٹھے اور متفرق ہونے شروع ہو گئے۔ یہانتک کہ

سوائے اہلبیتؑ اور چند اصحاب خاص کے اور کوئی باقی نہ رہا
اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی غرض ملک گیری
نہ تھی ورنہ ایسے موقع پر لوگوں کو مکر و فریب سے پھانسا جاتا
نہ کہ جو ساتھ تھے ان کو بھی علیحدہ کر دیا جاتا۔

۷۔ **منزل قصر مقاتل** اس منزل کو شراف بھی کہتے تھے۔ یہاں
پہنچ کر دیکھا گیا کہ تمام میدان گھوڑوں اور سواروں سے بھرا ہوا
ہے۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ حُر ابن یزید ریاحی کا لشکر
ہے۔ چونکہ یہ وقت دوپہر تھا اور دھوپ کی شدت سے حُر
اور اس کا لشکر بدحواس تھا لہذا امام حسین علیہ السلام نے
اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ پانی کی مشکیں جو ہمراہ ہیں لاؤ اور
اس پیاسے لشکر کو سیراب کرو جب لشکر کے تمام لوگ پانی
پی چکے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کے گھوڑوں کو بھی سیراب
کرو اور اچھی طرح سیراب کرو حضرت خود بھی مشکیزہ لیے
اوروں کے ساتھ پانی پلانے میں شریک تھے دشمن کی ایسی
مدارات خاندان رسالت کے سوا دوسرا کون کر سکتا ہے۔
بہرحال جب لشکر سیراب ہو چکا تو نماز ظہر کا وقت آگیا حضرت نے
نماز کا تہیہ کیا۔ حُر اور اس کا تمام لشکر حضرت کے ساتھ نماز جماعت میں

شریک ہوا نماز کے بعد امام علیہ السلام نے لشکر حر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ لوگوں خوشنودی خدا اسی میں ہے کہ پرہیز گاری اختیار کرو اور اہل حق کا حق پہچانو۔ ہم اہلبیتؑ رسالت ہیں۔ خلافت و امامت ہمارا حق ہے نہ ان جھوٹے مدعیوں کا جو تم پر حکم ران بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرتے ہو اور ہمارے حق سے انجان بنتے ہو اور جو کچھ تم نے خطوں اور سفیروں کے ذریعہ سے عہد کیا ہے اس کے خلاف کرنے پر تیار ہو تو خیر میں واپس چلا جاؤں گا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ یہ سُن کر حرؔ نے کہا ہم تو آپ کے خطوں اور سفیروں کے معاملے کو نہیں جانتے۔ حضرت نے عقبہ ابن سمعان کو حکم دیا اور وہ دو تھیلیاں خطوں سے بھری ہوئی لے آئے اور حرؔ کے سامنے ان خطوں کو پھیلا دیا۔ حرؔ نے کہا ہم لوگ ان کے کاتبوں میں نہیں ہیں۔ ہم کو یہ حکم ہے کہ آپ کو امیر ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیں حضرتؑ نے فرمایا تمہاری کیا مجال کہ ایسا کر سکو۔ بہت سی رد و قدح کے بعد آخر یہ طے پایا کہ ابن زیاد کو لکھا جائے اور جب تک جواب آئے واپسی کی راہوں کو چھوڑ کر دوسری طرف سفر کیا جائے۔

دوسرے روز حرؔ کے پاس کوفہ سے جواب آیا کہ اس حکم کے

پاتے ہی حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو نظر بند کرلے اور جب تک
وہ میرے پاس نہ آئیں ہرگز ان سے علیحدہ نہ ہونا میں نے قاصد کو
حکم دیدیا ہے کہ وہ تیرے ساتھ ساتھ رہے۔ حُر نے مضمون سے
آگاہ ہو کر اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور کہا ابن زیاد نے ایسا ایسا
لکھا ہے جہاں تک میں سوچتا ہوں میرا دل اس بات پر آمادہ
نہیں ہونے دیتا کہ امام حسین علیہ السلام کو رنج پہنچاؤں۔ میں
اس امر میں سخت پریشان ہوں۔ لوگوں نے کہا اے حُر امیر کی
مخالفت تجھے زیبا نہیں۔ الغرض حُر حضرت امام حسین علیہ السلام
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابن زیاد کے خط کا ذکر کرکے کہا۔
میں آپ کو ابن زیاد کے پاس بغیر لے جائے نہ چھوڑوں گا۔ حضرتؑ
نے فرمایا اے حُر تو اپنے اس ارادہ میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا
یہ فرما کر حضرتؑ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اٹھو اور سوار ہو۔
حکم امام پاتے ہی سب سوار ہوگئے۔ حُر نے روکنا چاہا آپ نے
اس کی گستاخانہ مزاحمت دیکھ کر فرمایا تیری ماں تیرے ماتم میں
روئے کیا ارادہ رکھتا ہے۔ حُر نے کہا اگر عرب میں کوئی اور میری
ماں کا نام زبان پر لاتا تو میں بھی ضرور اس کی ماں کو انھیں الفاظ
میں یاد کرتا لیکن خدا کی قسم آپ کی مادر گرامی کو سوائے نیکی اور

حینری کے اور کسی لفظ سے یاد نہیں کر سکتا حضرت نے فرمایا خدا کی قسم میں تیرا کہنا ہرگز نہ مانوں گا۔ فرمایا اگر تیرا ارادہ ایسا ہے تو تنہا میرے سامنے آتا کہ میں اور تو دونوں مقابلہ کر کے اس قصہ کو طے کر لیں۔ حر نے کہا مجھے آپ کے ساتھ لڑنے کی اجازت نہیں صرف اتنا ہی حکم ہے کہ جہاں آپ کو پاؤں وہاں سے کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ میری اس بات کو نہیں مانتے تو ایسی راہ اختیار کیجئے جو نہ مدینہ کو جاتی ہو اور نہ کوفہ کو۔ پھر میں ابن زیاد کو خط لکھ کر معلوم کرتا ہوں کہ اس کی کیا رائے ہے۔ حضرت نے اس کہنے کو مان لیا اور جس راستہ پر آرہے تھے اسے چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی۔

۸۔ منزل ہجانۃ النعمان۔ اس منزل پر طرماح بن عدی اور مجمع ابن عبداللہ کوفہ سے آتے ہوئے ملے۔ حضرت نے ان سے کوفہ کے حالات دریافت کیے۔ انھوں نے کہا ابن زیاد نے بڑی بڑی رقمیں دے کر سرداران کوفہ کو اپنے سے ملا لیا ہے اور ان سب نے آپ کے خلاف اتفاق کر لیا ہے۔ حضرت نے پوچھا ہمارے قاصد قیس بن مسہر کا بھی کچھ حال معلوم ہے۔ انھوں نے کہا وہ شہید کر دیے گئے۔ یہ سُن کر امام علیہ السلام کی آنکھوں میں

افسوس بھر آئے۔ طرماح نے کہا ابن زیاد نے کوفہ کے میدان فوجوں سے بھر دیے ہیں جو سب فوجیں آپ کے مقابلہ کو بھیجی جائیں گی اسی منزل پر امام حسین علیہ السلام نے اپنی ایک خواب کا ذکر حضرت علی اکبر سے کرتے ہوئے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا وقت شہادت قریب ہے حضرت علی اکبر نے عرض کی جب ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت کی کچھ پروا نہیں۔ ہم کشادہ دلی سے حق پر جان دیں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا جزاک اللہ خیراً۔

۵۔ **منزل ذی خشم**۔ اس منزل پر پہنچ کر امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ معاملے نے جو صورت اختیار کی ہے وہ تم پر عیاں ہے۔ دنیا کا رنگ بدل گیا۔ نیکیاں مفقود ہو گئیں۔ باطل کا دور دورہ ہے نیکیاں برائے نام باقی رہ گئی ہیں۔ اب وہ وقت ہے کہ مومن غداروں شریروں سے کنارہ کش ہو کر اپنے خدا کی طرف رجوع کرے۔ مجھ کو ظالموں کے ساتھ جینا شاق ہے۔ میں اپنی موت کو شہادت سمجھتا ہوں۔ یہ سن کر زہیر بن القین نے تمام اصحاب کی طرف سے کہا۔ فرزند رسولؐ! ہم سب نے آپ کا ارشاد سنا۔ واللہ! اگر یہ بھی ہو کہ ہم آپ کی نصرت سے دست بردار ہو جائیں اور دنیا ہمارے لیے دیر پا بن جائے اور ہم ہمیشہ کیلئے اس میں رہنے والے بھی ہوں تو بھی ہم آپ ہی کی معیت اختیار

کریں گے (تاریخ طبری) اس کے بعد حبیب ابن مظاہر، ہلال بن نافع اور بریر ہمدانی وغیرہ نے پرجوش اور ہمدردانہ تقریریں کیں (ناسخ التواریخ)

جب امام علیہ السلام اپنے ہمراہیوں سمیت زمین نینوا کے قریب پہنچے تو ابن زیاد کا ایک قاصد کوفہ سے آیا اور ایک خط حُر کو دیا حُر نے دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر باآواز اس کو پڑھا۔ لکھا تھا۔ جس وقت میرا یہ قاصد پہنچے حسینؑ کو قید کر لو اور تنگ پکڑو اور کسی ایسے چٹیل میدان میں ٹھہراؤ جہاں نہ پانی ہو اور نہ کوئی محفوظ مقام۔ میں نے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہے جب تک اس حکم کی تعمیل ہو اور پھر کوئی مجھے آکر خبر دے۔

(تاریخ طبری) حُر نے مضمون خط سے آگاہ ہو کر اس کی تعمیل پر آمادگی ظاہر کی مگر تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت زمین کربلا پر داخل ہو گئے۔

۲۸۔ کربلا میں امام علیہ السلام کا ورود

دوسری محرم سنہ ۶۱ھ بروز پنجشنبہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی

سواری کا گھوڑا چلتے چلتے رک گیا۔ ہر چند آگے بڑھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ بڑھا یہاں تک کہ آپ نے کئی گھوڑے بدلے۔ لیکن کسی ایک نے بھی اپنے مقام سے حرکت نہ کی۔ حضرت نے دریافت فرمایا اس زمین کا کیا نام ہے۔ لوگوں نے کہا اس کو کربلا کہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا قسم خدا کی یہ کرب و بلا کی زمین ہے یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارے مردوں کے خون بہائے جائیں گے۔ ہماری عورتیں بیوہ ہوں گی۔ یہیں ہماری قبریں بنیں گی جہاں سے ہم روز قیامت اٹھائے جائیں گے۔ ان تمام باتوں کی خبر مجھے میرے نانا نے دی ہے یہ فرما کر آپ گھوڑے سے اتر پڑے (مقتل ابو مخنف وصواعق محرقہ) ابو اسحٰق اسفرائنی نے لکھا ہے کہ سواری رک جانے کے بعد حضرت نے ایک مٹھی خاک وہاں سے اٹھائی اور پھر تھوڑی سی خاک اپنی جیب سے نکالی اور دونوں کو سونگھ کر فرمایا ان دونوں کی بو یکساں ہے یہ مٹی وہی ہے جو جبریل امین میرے نانا کے پاس لائے تھے اور کہا تھا کہ یہ تربت حسینؑ کی خاک ہے۔ پھر اس خاک کو پھینک کر کہا۔ واللہ اسی جگہ میرے بچے ذبح کیے جائیں گے

یہی جگہ ہماری قبروں کی ہے یہی جگہ ہے جہاں ہمارے عزیز ذلیل ہوں گے یہی جگہ ہے جہاں میرے گلے کی رگیں کاٹی جائیں گی۔ میری داڑھی خون سے خضاب ہوگی۔ یہ فرما کر حضرت اتر پڑے۔

ابھی اسی فکر ہی میں تھے کہ کہاں قیام فرمائیں کہ یکایک حُر کا لشکر سامنے آکر پانی سے دور اترنے پر مجبور کرنے لگا۔ زہیر ابن القین نے عرض کی فرزند رسول! اس وقت ان لوگوں سے جنگ کرنا آسان ہے بعد میں بہت سی فوجیں آنے والی ہیں ان سے مقابلہ دشوار ہوگا۔ حضرتؑ نے فرمایا میں اپنی طرف سے جنگ کی ابتداء نہ کروں گا (اصلاح النشاتین ص ۲۹) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا ارادہ کوئی ملکی جنگ کرنے کا نہ تھا ورنہ دشمن کی قوت توڑنے کے ایسے بہترین موقع کو ترک نہ کیا جاتا۔ الغرض حُر کے اصرار پر آپ نے حکم دیا کہ خیموں کو بے آب ریگستان اور چٹیل میدان میں نصب کر دیا جائے۔ حُر کا لشکر آپ کے لشکر سے تین میل کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے جا اُترا۔ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے رفقاء نے اپنے خیموں کو ایک دوسرے سے اتنا قریب نصب

مل سکتا تھا۔ چنانچہ دوسری محرم سے دسویں محرم تک ان میں باہمی آمد و رفت قائم رہی۔

۲۹۔ عمر سعد کا کربلا میں ورود

جب حُر کی یہ آخری رپورٹ ابن زیاد کو پہنچی کہ میں نے امام حسینؑ کو مع اُن کے ہمراہیوں کے کوفہ کی راہ سے پھیر کر کربلا تک پہنچا دیا ہے اور اب وہ یہاں سے کہیں آگے کو نہ جا سکیں گے تو اس شقی نے امام کا وہیں قتل کیا جانا کوفہ میں لائے جانے سے بہتر سمجھا۔ حصین ابن نمیر کو لکھ بھیجا کہ تو قادسیہ سے بہت جلد کربلا کی طرف روانہ ہو۔ پھر کوفہ سے بھی فوجیں روانہ کرنے کا بندوبست کرنے لگا چنانچہ محقق ابو اسحاق اسفرائنی میں لکھا ہے کہ ابن زیاد نے کوفہ میں منادی کرائی کہ جو شخص حسین کا سر لائے گا اس کو میں دس برس کے لیے ملک رے دیدوں گا۔ یہ سن کر عمر سعد لعین ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا اے امیر میں اس کام کے لیے تیار ہوں۔ ابن زیاد نے کہا۔ بہتر تو جا اور حسینؑ پر پانی بند کر کے ان سے جنگ کر اور ان کا سر کاٹ کر میرے سامنے حاضر کر۔ [illegible] ہزار آدمی میں تیرے ساتھ روانہ کرنے کا حکم دیتا ہوں۔

جب عمر سعد اپنے گھر آیا تو بہت سے شرفائے کوفہ اس کے پاس آکر کہنے لگے اے پسر سعد ہمیں یہ سن کر حد درجہ افسوس ہے کہ تو قتل حسینؓ کے لیے جا رہا ہے۔ کیا قیامت آگئی جس نبی کا کلمہ پڑھتا ہے اسی کے نواسہ کا خون بہانا چاہتا ہے یہ سن کر اس نے کچھ دیر تامل کیا اور ان لوگوں سے کہا اچھا میں نہ جاؤں گا۔ جب وہ لوگ چلے آئے تو ملک رے کی طمع پھر اس پر غالب آئی اور سوچنے لگا کہ ان دونوں میں سے کون سی بات اختیار کروں قتل حسینؓ یا حکومت رے۔

عمر سعد کے پس و پیش کا حال کسی نے ابن زیاد سے بھی جا کر بیان کیا اس نے بلا کر سخت ڈانٹا اور کہا کہ اگر تو جانا نہیں چاہتا تو حکومت رے کا فرمان جو تجھے دیا گیا ہے واپس کر۔ یہ سنتے ہی حرص دنیا اس پر غالب آگئی اور اس نے ملک رے کی حکومت کو قتل حسین پر ترجیح دے کر کہا۔ اے امیر اب میں اپنے ارادہ سے نہ لوٹوں گا تو اطمینان رکھ (محقق ابو اسحاق)

الغرض عمر سعد چھ ہزار یا بروایتے نو ہزار کی جمعیت کے ساتھ کربلا کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر ابن زیاد نے تمام اہل کو مسجد میں جمع کر کے کہا اے لوگو! تم نے آل ابو سفیان کو اچھی طرح آزما لیا کر لی

وہ تمھارے ہر امتحان میں ٹھیک اُترے۔ تم نے امیر المومنین یزید کو بھی اچھی طرح دیکھ لیا اور پہچان لیا کہ وہ کیسی اچھی عادتوں کا آدمی ہے اور کس قدر سخی اور رعایا پرور ہے۔ وہ اپنی رعایا سے اسی طرح کا نیک برتاؤ کر رہا ہے جیسا اس کا باپ معاویہ کیا کرتا تھا۔ اس نے تمھارے مقررہ وظیفوں میں اضافہ فرمایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ حسب ضرورت اور اضافہ کردوں اور تم کو حسینؑ سے لڑنے کے لیے جو تمھارے بادشاہ وقت کا جانی دشمن ہے روانہ کروں۔ پس تم کو چاہیے کہ دل سے اس کی اطاعت کرو اور اس کے انعام و اکرام سے مالا مال ہو۔

یہ کہہ کر وہ منبر سے اترا اور اہل کوفہ کے لیے خزانوں کا منہ کھول دیا۔ پھر کیا تھا دنیا پرست ایمان فروش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور کربلا کی روانگی پر اپنی آمادگی ظاہر کرنے لگے۔ ابن زیاد نے موقع کو غنیمت سمجھ کر بہت جلد اپنے اس لشکر کو تیار کیا۔ مورخین[1] نے اس لشکر کی تعداد چھ ہزار سے لے کر پچاس ہزار تک لکھی ہے۔

---

[1] سید ابن طاؤس بیس ہزار۔ علامہ مجلسی بیس ہزار سے تیس ہزار۔ اعثم کوفی بیس ہزار ابن جوزی چھ ہزار۔ امام یافعی بائیس ہزار۔ علامہ ابو الفراس پچاس ہزار۔ صباغ مالکی بائیس ہزار بعض نے دو لاکھ تک یہ تعداد لکھی ہے۔

ابن زیاد نے اپنے اس لشکر کو اس طرح ترتیب دیا تھا۔
عمر سعد کو چھ ہزار سوار دے کر سب سے پہلے روانہ کر دیا تھا۔ شبت ابن
ربعی کو چوبیس ہزار کا افسر بنا کر عمر سعد کی ماتحتی میں بھیجا۔ عروہ ابن قیس کو
چار ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ حصین ابن نمیر کو چار ہزار اور
شمر ذی الجوشن کو چار ہزار کے ساتھ بھیجا۔ پھر مضایر ابن
رہنیۃ المازنی کو تین ہزار فوج دی۔ پھر یزید ابن رکاب کلبی
اور نصر بن خرشہ کو دو دو ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ پھر محمد اشعث کو
ایک ہزار اور عبداللہ بن الحصین کو ایک ہزار۔ خولی کو دس ہزار
بکر بن کعب کو تین ہزار حجار ابن حُر کو ایک ہزار سوار دے کر بھیجا
ان کے علاوہ تیس ہزار سواروں کی جمعیت پہلے سے حُر کے پاس
تھی۔ تعداد میں مورخین کا اختلاف ضرور ہے لیکن جن سرداروں
کے نام لکھے گئے ان پر سب کا اتفاق ہے۔

Only Cover Printed at HINDUSTAN PRINTING PRESS
27, Jagat Narain Road LUCKNOW